ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

30

www.tanzeem.org

14 تا 20 شعبان المعظم 1431ھ/ 27 جولائی تا 2 اگست 2010ء

اسلامی دعوت

اسلامی دعوت کا میدان کار بہت وسیع ہے۔ اسلام ایک مکمل نظام حیات کا نام ہے جس میں تعلیم وتربیت، قانون سازی وعدل گستری، پولیس اور فوج، داخلہ وخارجہ پالیسی سبھی شامل ہیں۔ ہر اس تہذیبی سرگرمی کی حفاظت جس کے ذریعے اسلامی انقلاب کی گاڑی حرکت کر سکے، اسلام اور دعوت کے دائرے میں شامل ہے۔

جب کمیونزم اپنی سرزمین میں ہر چیز پر اپنی سرخ چھاپ لگانا ضروری سمجھتا ہے تو اسلام جو ازلی وابدی دین ہے، اس سے یہ توقع کیسے رکھی جاتی ہے کہ وہ سوسائٹی کے ایک تنگ یا وسیع شعبہ پر اپنی چھاپ ڈال کر خاموش ہو جائے گا؟ وہ تو ہر چیز کو اپنے قالب میں ڈھالنا چاہتا ہے، تاکہ اسے اللہ کی مرضی کے مطابق استعمال کیا جا سکے اور اس پر خالص اللہ کا رنگ چڑھایا جا سکے۔

اسلامی ریاست اپنے اندرونی و بیرونی تمام معاملات ووسائل میں اپنے مذہب کی آئینہ دار ہوتی ہے، اسی کے لیے سرگرم عمل ہوتی ہے، اسی کا پرچم لہراتی اور اسی کی خاطر دوستی اور دشمنی کرتی ہے۔ ریاست میں ہونے والی ہر کوشش ایک متعین اسلامی عمل کے ماتحت انجام پاتی ہے۔ اور ان تمام اعمال اور کوششوں کو شامل کر کے ہی ایمان کے شعبوں کی تکمیل ہوتی ہے۔

دعوت اسلامی

محمد الغزالی

اس شمارے میں

کشمیر خون میں ڈوب رہا ہے!

نبی کریم ﷺ کا سفر معراج (II)

سچے اہل ایمان کے گستاخانہ ناموں کی حقیقت

افغانستان پر وحشیانہ حملہ:
انسانیت کے خلاف سنگین جرم

خبر ذریعہ دعوت

اصل بات یہ ہے!

ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے آخری ملاقات

پہلی بیعت

تنظیم اسلامی کی دعوتی وتربیتی سرگرمیاں

اجتماعی خلافت

سورۃ التوبہ

(آیت:13 تا 16)

ڈاکٹر اسرار احمد

اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝

”بھلا تم ایسے لوگوں سے کیوں نہ لڑو (جنہوں نے اپنی) قسموں کو توڑ ڈالا اور (اللہ کے) پیغمبر ﷺ کے جلاوطن کرنے کا عزم مصمم کرلیا اور انہوں نے تم سے (عہد شکنی کی) ابتدا کی؟ کیا تم ایسے لوگوں سے ڈرتے ہو؟ حالانکہ ڈرنے کے لائق اللہ ہے بشرطیکہ ایمان رکھتے ہو۔ اُن سے خوب لڑو۔ اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب میں ڈالے گا اور رسوا کرے گا اور تم کو ان پر غلبہ دے گا اور مومن لوگوں کے سینوں کو شفا بخشے گا۔ اور ان کے دلوں سے غصہ دور کرے گا اور جس پر چاہے گا رحمت کرے گا اور اللہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔ کیا تم لوگ یہ خیال کرتے ہو کہ (بے آزمائش) چھوڑ دیے جاؤ گے؟ اور ابھی تو اللہ نے ایسے لوگوں کو متمیز کیا ہی نہیں جنہوں نے تم سے جہاد کئے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بنایا۔ اور اللہ تمہارے (سب) کاموں سے واقف ہے۔“

مسلمانوں سے پوچھا جارہا ہے کہ تمہیں کیا ہوگیا ہے، تم کیوں ایسی قوم سے جنگ نہیں کرنا چاہتے جنہوں نے معاہدہ توڑ ڈالا۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا شرافت آڑے آرہی ہے یا بزدلی یا کوئی اور چیز تمہارے قدم روک رہی ہے؟ یہ تو وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی قسمیں توڑیں اور یہی تو ہیں جنہوں نے رسول کو مکہ سے نکلنے پر مجبور کیا اور انہوں نے ہی بدسلوکی کا آغاز کیا تھا۔ ان لوگوں نے ہی مسلمانوں کو مکہ میں ستایا، بے انتہا تکلیفیں دیں، بعضوں کو شہید کیا۔ ظلم وستم کا آغاز تو انہوں نے ہی کیا۔ تو کیا قریش سے ڈر کر اُن کے خلاف اقدام سے گھبرا رہے ہو۔ اگر تم مومن ہو تو اللہ اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ تم اُس سے ڈرو۔

سنو! یہ اللہ کا حکم ہے کہ ان کے ساتھ جنگ کرو۔ اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا، رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور اہل ایمان کے سینوں کی جلن دور کر کے انہیں ٹھنڈک عطا فرمائے گا۔ مکے میں اب بھی ایسے لوگ موجود تھے جن پر تشدد کیا جارہا تھا، جو ضعیف اور کمزور تھے اور سفر نہیں کرسکتے تھے۔ اُن میں خواتین بھی تھیں۔ اُن لوگوں پر مظالم ڈھائے جارہے تھے۔ تو اب جب کفار کی درگت بنے گی تو ان اہل ایمان کے دلوں کو بھی کچھ ٹھنڈک ملے گی اور اُن کے احساسات کو سکون ہوگا۔ ان کے دلوں میں جو غصہ بھرا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے نکالے گا۔ اور اللہ جسے چاہے گا توبہ کی توفیق دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ جاننے والا، حکمت والا ہے۔

اب یہاں تیسری مرتبہ وہ آیت آرہی ہے جو اس سے پہلے سورۃ البقرہ کی آیت 214 اور سورۃ آل عمران کی آیت 142 ہے۔ اب یہاں سورۃ التوبۃ کی یہ آیت نمبر 16 ہے۔ (214 کے ہندسوں کا مجموعہ بھی 7 ہے اور 142 کے ہندسوں کا مجموعہ بھی 7 ہے۔ 16 کے ہندسوں کا مجموعہ بھی 7 ہے)۔ کیا تم نے سمجھ رکھا ہے کہ تم یونہی چھوڑ دیئے جاؤ گے حالانکہ ابھی تو اللہ نے دیکھا ہی نہیں کہ تم میں کون ہیں جو حقیقت میں جہاد کرنے والے ہیں۔ دوسری قوموں کے خلاف جہاد کرنا اور تھا لیکن اب تمہیں اپنی ہی قوم کے خلاف جہاد کے لیے جانا ہے۔ ظاہر ہے، اس میں تمہارا بہت بڑا امتحان ہے جو اللہ لینا چاہتا ہے اور اس طرح وہ یہ دیکھ لینا چاہتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے سوا اور اہل ایمان کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ دلی تعلق، دلی محبت اور دلی رازداری کا کوئی تعلق نہیں رکھتے، جب تک یہ رشتے ایمان کی تلوار سے نہیں کٹیں گے اس وقت تک دین کے ساتھ تمہارا اخلوص کیسے ثابت ہوگا۔ اور جو کچھ تم کررہے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

عدل جنت میں لے جانے والا ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ : ((مَنْ طَلَبَ قَضَاءَ الْمُسْلِمِيْنَ حَتّٰى يَنَالَهٗ ثُمَّ غَلَبَ عَدْلُهٗ جَوْرَهٗ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَمَنْ غَلَبَ جَوْرُهٗ عَدْلَهٗ فَلَهُ النَّارُ)) (رواہ ابو داؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ”جس شخص نے مسلمانوں پر قاضی (حاکم) کے عہدہ کی طلب و جستجو کی یہاں تک کہ وہ اسے حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا اور پھر اس کا عدل و انصاف اس کے ظلم وستم پر حاوی رہا تو اس کے لئے جنت ہے اور جس کا ظلم وستم اس کے عدل و انصاف پر چھایا رہا تو اس کے لئے جہنم ہے۔“

تاخلافت کی بنا" دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

جلد 19	14 تا 20 شعبان المعظم 1431ء 27 جولائی تا 2 اگست 2010ء	شمارہ 30

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے' علامہ اقبال روڈ' گڑھی شاہو' لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا--------------------(2000 روپے)
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ' منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کشمیر خون میں ڈوب رہا ہے!

پاک بھارت مذاکرات جنہیں ہم ہمیشہ پاک بھارت "مذاق رات" کہتے رہتے ہیں کی حقیقت کیا ہے، اِس کو بھارت کے سابق سفیر ڈکشٹ نے خوب بیان کیا تھا۔ ایک اخباری تجزیہ نگار کے مطابق بھارتی سفیر نے ایک مرتبہ ایک فائیو سٹار ہوٹل میں پاکستان کے سینئر صحافیوں کو مدعو کیا۔ دورانِ گفتگو ایک صحافی نے سفیر سے کہا کہ بھارت پاکستان کے ساتھ مذاکرات کیوں نہیں کرتا، جس پر سفیر نے ہوٹل کے اڑھائی فٹ قد کے دربان کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اگر یہ دربان اصرار کرے کہ میں عالم چنا کے برابر ہوں تو مذاکرات کیسے ہو سکیں گے۔ ہمارے بہت سے قارئین بھارتی سفیر کے اس ریمارکس پر بہت سیخ پا ہوں گے لیکن حقائق حقائق ہوتے ہیں، نظریں چرانے یا محض نعرہ بازی سے بدل نہیں جاتے۔ ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم اِس اشاعت میں "کشمیر مسئلہ کیوں بنا؟" کے موضوع پر روشنی ڈالیں گے اور ہمارے حکمران چونکہ امید سے ہیں کہ بھارت مذاکرات سے ذریعے کشمیر ہماری جھولی میں ڈال دے گا، لہٰذا ہم نے یہ واقعہ دہرانا ضروری سمجھا۔

1946ء کے انتخابات نے ثابت کر دیا تھا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے اور تحریک پاکستان پر دیوانگی کی کیفیت طاری ہو چکی تھی۔ پاکستان کے راستے کی ہر دیوار ریت کی دیوار ثابت ہو رہی تھی۔ کانگریس تحریکِ پاکستان کے سامنے بے بس ہو چکی تھی اور اُس کے تمام حربے ناکام ہو گئے تھے۔ برطانیہ میں لیبر پارٹی کی حکومت نے جان لیا کہ تقسیم ہندوستان کا مقدر بن چکی ہے تو اُس نے مذاکرات کے طویل سلسلہ کے بعد مسلم لیگ کا یہ مطالبہ تسلیم کر لیا کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے اُنہیں پاکستان کا نام دے کر الگ مملکت بنا دیا جائے۔ ریڈ کلف نے پاکستان اور بھارت کے مابین سرحدوں کا تعین کیا، اِسے ریڈ کلف ایوارڈ کا نام دیا گیا، جیسے ہندوستان انگریزوں کی جاگیر تھی جسے وہ مفت ہندوستانیوں میں تقسیم کر رہے تھے۔ پنجاب اور بنگال کو آبادی کی بنیاد پر تقسیم کر دیا گیا۔ ریاستوں کے بارے میں بھی کانگریس کا مطالبہ تھا کہ جہاں ہندوؤں کی اکثریت ہے وہ بھارت سے اور مسلم اکثریت کی ریاست پاکستان سے الحاق کرے۔ مسلم لیگ کی قیادت نے پہلی ہمالائی غلطی یہ کی کہ مطالبہ کر دیا کہ ریاست کے الحاق کا فیصلہ ہر ریاست کا والی کرے گا۔ درحقیقت مسلم لیگ کی نگاہیں ریاست حیدر آباد دکن پر تھیں۔ یہ بہت امیر ریاست تھی۔ مسلم لیگ کی قیادت پر خوف طاری تھا کہ نئے جنم لینے والے ملک کے اخراجات کا بندوبست کیا ہوگا۔ ریاست حیدر آباد کی دولت الٰہ دین کے چراغ کا کام دے گی۔ کشمیر کا راجہ ہری سنگھ تھا۔ اُسے بھی حق حاصل ہو گیا کہ وہ فیصلہ کرے کہ اُسے پاکستان سے الحاق کرنا ہے یا بھارت سے۔ بھارت کا دعویٰ ہے کہ کشمیر کے راجہ نے بھارت سے الحاق کی دستاویز پر دستخط کر دیئے تھے، لیکن بار بار کے مطالبے کے باوجود بھارت یہ دستاویز آج تک پیش نہیں کر سکا۔

بہر حال مسلم لیگ کی اِس ہلاکت خیز غلطی سے پاکستان کی شہ رگ بھارت کے انگوٹھے تلے آ گئی۔ مسلم لیگ کی قیادت اس خوش فہمی میں بھی مبتلا تھی کہ بھارت کا کشمیر سے کوئی زمینی رابطہ نہیں ہوگا، اس لیے اِس مسلم اکثریت کی ریاست پر کنٹرول حاصل نہیں کر سکے گی لیکن ہندو اور انگریز نے سازش کر کے ضلع گورداسپور جو مسلمان اکثریت کا ضلع تھا بھارت میں شامل کر دیا، جس سے بھارت کا کشمیر سے زمینی رابطہ قائم ہو گیا۔ اس پر قائداعظم نے جنرل ڈگلس گریسی کو کشمیر پر حملہ کرنے کا حکم دیا، جسے اُس نے ماننے سے انکار کر دیا۔ اِس موقع پر قبائلیوں نے جن پر آج ہم نے عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے، اسلامی جوش و جذبہ سے کشمیر پر حملہ کیا۔ یہ فوجیں سری نگر کی طرف بڑھ رہی تھیں کہ بھارت دہائی دیتا ہوا یو این او جا پہنچا اور کشمیر کا مسئلہ کشمیریوں کی مرضی کے مطابق حل کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ یو این او نے ایک قرارداد منظور کی کہ کشمیر میں استصواب رائے کرایا جائے کہ کشمیری پاکستان سے

الحاق چاہتے ہیں یا بھارت سے اور جنگ روک دی گئی۔ اِس طرح بھارت میدان میں ہاری ہوئی جنگ میز پر جیت گیا۔ قرارداد پر عمل درآمد کے حوالہ سے بھارت نے ٹال مٹول سے کام لینا شروع کر دیا۔ بھارت کی بدنیتی تو آغاز سے ہی اظہر من الشّمس تھی۔ جب پاکستان سیٹو معاہدے میں شامل ہوا تو بھارت نے عجیب وغریب عذر تراشا کہ چونکہ پاکستان سیٹو کا رکن بن گیا ہے اس لیے اب وہ کشمیر پر منظور ہونے والی قرارداد پر عمل درآمد نہیں کرے گا۔ 1962ء میں ہند چینی سرحدی جھڑپیں ہوئیں۔ چین کے سفیر نے نصف شب کے بعد بڑی مشکل سے صدر ایوب سے رابطہ کیا اور اُن سے کہا کہ اگر آپ کشمیر حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس وقت آپ کی افواج کو کشمیر میں واک اوور مل جائے گا، کیونکہ ہمارے ساتھ جھڑپوں کی وجہ سے بھارت نے کشمیر خالی کر دیا ہے۔ افسوس صد افسوس! صدر ایوب نے یہ سنہری موقع کھو دیا۔ اس لیے کہ اُنہیں امریکہ نے یقین دہانی کروائی تھی کہ جونہی ہند چینی جنگ بند ہوئی، مذاکرات سے کشمیر کا مسئلہ حل کروا دیں گے۔ پھر بھٹو سورن سنگھ مذاکرات کے سات راؤنڈ ہوئے لیکن وہ بھی ''مذاق رات'' ثابت ہوئے۔ 1965ء کی جنگ میں پاکستان نے چھمب جوڑیاں فتح کر لیا تھا۔ لیکن ایک بار پھر سیز فائر ہوئی۔ ایک بار پھر ہم تاشقند میں سب کچھ ہار آئے۔ 80ء کی دہائی کے وسط میں کشمیر میں آزادی کی جنگ شروع ہوئی۔ افغانستان سے فارغ ہونے والے مجاہدین بھی اس میں شامل ہو گئے۔ گوریلا کارروائیوں نے بھارت کے ناک میں دم کیا ہوا تھا کہ ہم نے بغیر کسی منصوبہ بندی کے کارگل کا محاذ کھول دیا۔ آج تک ہماری سیاسی اور عسکری قیادت دست و گریباں ہے کہ کارگل کی مہم جوئی کا آغاز کس نے کیا تھا۔ اس جنگ میں ہم نے اپنے سینکڑوں اور شاید ہزار مسلمان مجاہدین کی جنہوں نے آغاز میں بھارت کی افواج کو ناکوں چنے چبوا دیئے تھے، خود ہی رسد کاٹ دی اور اُنہیں دشمنوں کی توپوں کا نوالہ بنا دیا۔ اس جنگ کے نتیجہ میں بدقسمتی سے ایک ایسا جرنیل پاکستان پر مسلط ہو گیا کہ شرم وحیا اور حمیت وغیرت جس کے پاس سے بھی نہیں گزری تھی۔ نائن الیون کے بعد اُس نے کشمیر کے جہاد کو جس طرح سمیٹ دیا اور جن لوگوں کو خود پال پوس کر اس جہاد کے لیے تیار کیا تھا، بھارت اور امریکہ کی خوشنودی کے لیے جس طرح اُنہیں چن چن کر گرفتار کیا اور جہادِ کشمیر کا راستہ بند کر دیا اُس پر بھارت بھی اظہارِ اطمینان کرنے لگا۔

ہم یہاں ایک وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ اگرچہ ہماری رائے میں چھپ چھپ کر اور اعلان جنگ کیے بغیر، سفارتی اور تجارتی تعلقات قائم رکھتے ہوئے، مسلح افراد کو سرحد پار جنگی کارروائیوں کے لیے بھیجنا قابل تحسین کام نہیں، جنگ اور دوستی کھلم کھلا ہونی چاہیے، لیکن آپ خود ایک کام کے لیے کچھ لوگوں کو تیار کرتے ہیں اور پھر اُس کام کے ارتکاب پر خود مار دھاڑ اور گرفتاریاں کرتے ہیں، یہ منافقت کی بدترین قسم ہے۔ اس کا نتیجہ آج یہ نکلا ہے کہ کشمیری پاکستانی سیاسی وعسکری قیادت سے مکمل طور پر مایوس بلکہ نالاں ہو چکے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ پاکستان نے وقت پڑنے پر ہمیں دھوکا دیا ہے۔ موجودہ حکومت کے سرپرست اعلیٰ نے کشمیریوں کی دشمنی میں تمام حدود کراس کر دیں اور کشمیری مجاہدین کو میڈیا کے سامنے دہشت گرد کہا۔ آج کشمیری پھر آزادی کی راہ پر گامزن ہونے کے لیے اپنے خون سے چراغ جلا رہے ہیں۔ خون کے چھینٹے پھر اُڑ رہے ہیں۔ عزتوں کو پھر پامال کیا جا رہا ہے۔ لیکن کشمیری آج خالصتاً اپنے زور بازو پر بھارتی ظالموں اور جابروں کا مقابلہ کرنے کے لیے وادی کی سڑکوں پر موجود ہیں۔ غیروں کی بات کیا کریں، ہم خود کشمیریوں کے بہتے خون اور جوانوں کی تڑپتی لاشوں کو دیکھ کر ٹس سے مس نہیں ہو رہے۔ ہم روز کشمیر کی بیٹیوں کی عزت پارہ پارہ ہوتے دیکھتے ہیں لیکن ہماری غیرت جاگ نہیں رہی۔ ہم بھارت سے مذاکرات کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ ہم کشمیر کے عظیم مجاہد بوڑھے علی گیلانی سے منہ موڑ کر کشمیر کے دشمن کرشنا کے قدموں میں سرخ قالین بچھا رہے ہیں۔ کشمیر کہانی اُس سے کہیں زیادہ دردناک ہے، اس سے کہیں زیادہ المناک ہے۔ کشمیر خون میں ڈوب رہا ہے لیکن جعلی ڈگریوں کی بدولت قائم ہونے والی حکومت کشمیریوں کی کسی قسم کی اخلاقی، سیاسی یا سفارتی مدد کرنے کو تیار نہیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یو این او میں معاملہ اُٹھانا دیوار سے سر ٹکرانے کے مترادف ہے۔ لیکن ہم دنیا کو سفارتی سطح پر آگاہ تو کریں کہ اے حقوق انسانی کے علمبردارو! انسان خون کے دریا میں ڈوب رہے ہیں۔ اے حقوقِ نسواں کے لیے چیخ چیخ کرنے والو! حوا کی بیٹیوں کی عزت سر بازار نیلام ہو رہی ہے۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ خود ہمارے حکمرانوں کے سینوں میں دل نہیں ہیں۔ ہم اپنے حکمرانوں کو پتھر دل بھی نہیں کہہ سکتے، اس لیے کہ کشمیر کے تو پہاڑ بھی رو رہے ہیں۔ حکمرانوں کی غیرت وحمیت بھی مر چکی ہے۔ شاید اِن کی اپنی کوئی بیٹی نہیں ہے۔ بہرحال ہم اِنہیں آگاہ کیے دیتے ہیں کہ کشمیر خون میں ڈوب رہا ہے۔ افغانستان سے بھی خون کے فوارے چھوٹ رہے ہیں۔ کیا کشمیریوں اور افغانیوں کا خون کرنے والے ہمیں معاف کر دیں گے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ تاریخ بتاتی ہے کہ سمجھ دار فاتحین فتح کا جشن منانے سے پہلے غدارانِ ملت کو اُن کے عبرت ناک انجام تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہی تاریخ کا فیصلہ ہے۔ یہی تاریخ کا سبق ہے، اگر کوئی سننا اور سمجھنا چاہے تو......

روزہ اور رمضان المبارک کی عظمت اور فضیلت سے آگاہی
اور عظمتِ انسان سے واقفیت کے لئے

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے دو کتابچے ----- خود پڑھیے اور احباب کو تحفتاً پیش کیجئے:

① عظمتِ صوم

حدیث قدسی فَاِنَّہٗ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ کی روشنی میں

قیمت: اشاعت خاص -/20 روپے

② عظمتِ صیام وقیامِ رمضان مبارک

اشاعت خاص -/30 روپے

نبی کریم ﷺ کا سفرِ معراج

سیرت النبی ﷺ اور تاریخ انسانی کا ایک عظیم واقعہ

(II)

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید صاحب کا 9 جولائی 2010ء کا خطابِ جمعہ

آگے چلیے، نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں:

((ثُمَّ صَعِدَ بِی اِلَی السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ، فَاسْتَفْتَحَ، قِیْلَ: مَنْ هٰذَا؟ قَالَ: جِبْرِیْلُ، قِیْلَ: وَمَنْ مَعَكَ؟ قَالَ: مُحَمَّدٌ (ﷺ) قِیْلَ وَقَدْ اُرْسِلَ اِلَیْهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، قِیْلَ: مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیْءُ جَاءَ، فَفُتِحَ فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا یُوْسُفُ، قَالَ: هٰذَا یُوسُفُ، فَسَلِّمْ عَلَیْهِ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ، فَرَدَّ ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ))

یعنی تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور وہی مکالمہ ہوا۔

اسی طرح چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام سے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام سے اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ سے ملاقات کا ذکر حدیث میں اس طرح ہے کہ سلام کے تبادلہ کے بعد ((فَلَمَّا جَاوَزْتُهٗ بَکٰی)) ''جب میں آگے جانے لگا تو موسیٰؑ رونے لگے''۔ ((قِیْلَ لَهٗ مَا یُبْکِیْكَ؟)) ''ان سے پوچھا گیا: آپ کو کیا چیز رلا رہی ہے؟'' ((قَالَ: اَبْکِیْ، لِاَنَّ غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِیْ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَکْثَرُ مِمَّنْ یَدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِیْ)) ''موسیٰؑ نے کہا کہ مجھے اس بات پر رونا آ رہا ہے کہ یہ جوان (محمد ﷺ) جن کی بعثت میرے بہت بعد ہوئی ہے (اس کے باوجود) ان کی امت سے جنت میں داخل ہونے والوں کی تعداد میری امت کے مقابلے میں بہت زیادہ ہوگی۔'' وہ شفقت و الفت جو کسی نبی کو اپنی امت سے ہونی چاہیے یہ اس کا بکمال و تمام اظہار ہے۔ اسے معاذ اللہ کسی حسد پر محمول نہ کریجیے گا، بلکہ یہ اپنی امت کی محرومی کا احساس ہے جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یہ کیفیت طاری ہوئی۔

((ثم صَعِدَ بِی اِلَی السَّمَاءِ السَّابِعَةِ......))

''پھر مجھے ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔'' وہاں بھی داخلہ کے لیے فرشتوں سے مکالمہ ہوا۔ اس آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ((فَلَمَّا خَلَصْتُ فَاِذَا اِبْرَاهِیْمُ، قَالَ: هٰذَا اَبُوْكَ اِبْرَاهِیْمُ، فَسَلِّمْ عَلَیْهِ، قَالَ فَسَلَّمْتُ عَلَیْهِ، فَرَدَّ السَّلَامَ، ثُمَّ قَالَ: مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ)) ''پھر جب میں داخل ہوا تو وہاں حضرت ابراہیمؑ تھے۔ جبرائیلؑ نے کہا: یہ آپؐ کے جد حضرت ابراہیمؑ ہیں، انہیں سلام کیجیے۔ چنانچہ میں نے انہیں سلام کیا۔ جواب میں حضرت ابراہیمؑ نے بھی سلام کہا اور ان الفاظ سے میرا استقبال کیا: خوش آمدید صالح بیٹے اور صالح نبی کے لیے۔''

((ثُمَّ رُفِعْتُ اِلٰی سِدْرَةِ)) ''پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک بلند کیا گیا'' یہی وہ سدرۃ المنتہیٰ ہے، جس کا ذکر سورۃ النجم میں ہوا ہے۔ اس سورۃ کی ابتدائی آیات سے ہم بحث نہیں کرتے، البتہ آیات 11 تا 18 میں جہاں آپؐ کے مشاہدۂ حق کا ذکر ہے، آیئے اُن پر ایک نگاہ ڈال لیں۔ فرمایا: ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ⑪﴾ ''جو کچھ آپؐ نے اپنی نگاہوں سے دیکھا، اس کو ان کے دل نے جھٹلایا نہیں۔'' ایک ہمارا مشاہدہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ وسوسے بھی ہوتے ہیں کہ یہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا یہ واقعتاً ایسا ہی ہے؟ جو آگ سامنے نظر آ رہی ہے وہ درحقیقت آگ ہے یا آگ کی سی صورت ہے؟ آج کل تو میں نے اس طرح کے لیمپ بنے ہوئے دیکھے ہیں کہ انسان کو ان کے اندر حقیقت میں انگارے دہکتے نظر آتے ہیں، ان سے انسان دھوکہ کھا سکتا ہے، حالانکہ انگاروں کا وجود ہی نہیں ہوتا۔ تو ہماری آنکھ دھوکہ کھاتی ہے، لیکن نبی کا جو مشاہدہ ہوتا ہے وہ آنکھ اور دل، نظر و قلب، بصارت و بصیرت کی یکجائی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس میں فرق و تفاوت اور وسوسہ نہیں ہوتا۔ اسی حقیقت کے اظہار کے لیے نہایت فصاحت و بلاغت اور اعجاز و ایجاز کے ساتھ فرمایا: ﴿مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ⑪﴾

آگے فرمایا: ﴿اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰی مَا یَرٰی ⑫﴾ ''(لوگو!) کیا تم ان چیزوں کے بارے میں ان سے جھگڑتے ہو جو وہ دیکھتے ہیں''۔ ان چیزوں کے بارے میں تو جھگڑا ہو سکتا ہے جو کہیں سے سنی سنائی ہوں، لیکن تم محمد (ﷺ) سے ان چیزوں کے بارے میں جھگڑ رہے ہو جو وہ چشم سر سے اور دل کی بصیرت سے دیکھتے ہیں ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی ⑬﴾ ''اور اُنہوں نے اُس کو (حضرت جبرائیلؑ کو) ایک اور بار بھی دیکھا ہے''۔ موجودہ مشاہدہ ان کو کہاں ہوا؟ ﴿عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰی ⑭﴾ ''سدرۃ المنتہیٰ کے پاس'' ﴿عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰی ⑮﴾ ''اسی (سدرۃ المنتہیٰ) کے پاس جنت الماویٰ ہے۔'' یہ وہ جنت ہے جس کا وعدہ اہل ایمان سے کیا گیا ہے۔ یہ اللہ کے نیکوکار بندوں کا ٹھکانا بنے گی، اور وہ اس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

آگے فرمایا: ﴿اِذْ یَغْشَی السِّدْرَةَ مَا یَغْشٰی ⑯﴾ ''جب کہ اس بیری کے درخت کو ڈھانپے ہوئے تھا جو ڈھانپے ہوئے تھا''۔ یعنی نہ اس کو زبان ادا کر سکتی ہے، نہ انسانی زبان میں وہ حروف والفاظ ہیں جو اس کیفیت کو بیان کر سکیں یا اس کی تعبیر کر سکیں، نہ اس کا کوئی تصور انسان کے لیے ممکن ہے۔ جنت کی نعمتوں کے بارے میں ایک حدیث میں آیا ہے ((لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ)) ''وہ نعمتیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سُنیں، نہ کسی انسان کے دل پر کبھی ان کا خیال تک آیا۔'' اب انہیں بیان کریں تو

کن الفاظ میں کریں! ابلاغ واعلان تو کسی ایسی چیز کے حوالے سے ہوتا ہے جس کا آپ کو تجربہ ہو، وہ آپ کی دید یا شنید میں آئی ہو، آپ کے ذہن میں اس کا کوئی تصور ہو، تو اس کے حوالے سے بات ہوسکتی ہے۔ لہٰذا یہاں اسلوب اور انداز یہ اختیار کیا گیا کہ: ﴿اِذۡ یَغۡشَی السِّدۡرَۃَ مَا یَغۡشٰی﴾ ''جبکہ سِدرہ کو ڈھانپے ہوئے تھا جو ڈھانپے ہوئے تھا''۔ تجلیاتِ ربانی کس نوعیت اور کس کیفیت کی حامل تھیں، اسے سمجھنا انسانی ذہن کے لیے ممکن نہیں، تجلیات کا جو براہِ راست نزول ہو رہا تھا، اس مہبطِ تجلیات اور ان کے نزول کا نبی اکرم ﷺ نے مشاہدہ فرمایا۔

﴿مَا زَاغَ الۡبَصَرُ وَ مَا طَغٰی ⑰ لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِ الۡکُبۡرٰی ⑱﴾ ''نگاہ کج ہوئی، نہ حدادب سے تجاوز کیا۔ اور دیکھیں اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں''۔ نبی ﷺ کو اللہ کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائی گئیں۔ ہم تو سورج کو نہیں دیکھ سکتے۔ لیکن آپؐ نے نگاہ کو چکا چوند کرنے والی نشانیاں دیکھیں، جن کا عام انسان تحمل نہیں کرسکتا، مگر یہ ظرف ہے محمد عربی ﷺ کا کہ نگاہیں چکا چوند نہیں ہوئیں۔ آپؐ کے مشاہدے کی شان یہ ہے کہ نگاہ جمی رہی۔ جو مشاہدہ کیا ہے، بھرپور کیا ہے، پورے ظرفِ کامل کے ساتھ کیا ہے، پورے تحمل کے ساتھ کیا ہے، لیکن ﴿وَمَا طَغٰی﴾ حد سے تجاوز بھی نہیں کیا، بے ادبی کا بھی کوئی امکان نہیں ہے۔ ''طَغٰی'' ہی سے طغیانی بنا ہے، یعنی حد سے نکل جانا ۔

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

''طغٰی'' حد سے تجاوز کرنے کو کہتے ہیں۔ وہ چونکہ مقامِ ادب بھی ہے، لہٰذا وہاں حد سے تجاوز نہیں ہوا۔ اَلۡعَبۡدُ عَبۡدٌ وَاِنۡ تَرَقّٰی، وَالرَّبُّ رَبٌّ وَاِنۡ تَنَزَّلَ ''بندہ بندہ ہی رہے گا خواہ کتنے بلند مقام تک پہنچ جائے اور رب رب ہی رہے گا خواہ کتنا ہی نزولِ اجلال فرمالے۔''

اس بارے میں اختلاف ہے کہ آپؐ کو براہِ راست دیدارِ الٰہی نصیب ہوا یا یہ کہ آپؐ نے اللہ کی عظیم نشانیاں دیکھیں۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ شبِ معراج میں حضور ﷺ نے اللہ کو دیکھا۔ براہِ راست دیدارِ الٰہی ہوا۔ لیکن زیادہ قوی رائے جو جمہور اہل سنت کی ہے' یہ ہے کہ ذاتِ باری تعالیٰ کا براہِ راست مشاہدہ نہیں ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب اس کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: نُوۡرٌ اَنّٰی یَرٰی ''(اللہ تو ایک) نور ہے، (اُسے) کیسے دیکھا جاسکتا ہے''۔ آپ نور کے ذریعے کسی اور شے کو دیکھتے ہیں۔ نور تو نور ہے اُسے کیسے دیکھا جاسکتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کی خواہش کی تو اللہ نے فرمایا کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ تیرے اندر مجھے دیکھنے کی تاب نہیں ہے۔ بلکہ میں پہاڑ پر ایک تجلی ڈالتا ہوں تو اِسے ہی دیکھ لے۔ جب یہ تجلی ڈالی گئی تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ یعنی ذاتِ باری تعالیٰ کا دیدار تو کجا وہ ایک تجلی کا مشاہدہ نہ کرسکے۔ حضورؐ نے اللہ کو براہِ راست تو نہیں دیکھا مگر اللہ کی عظیم تجلیات کا مشاہدہ فرمایا:

آیئے، پھر حدیث زیرِ مطالعہ کی طرف! سدرۃ المنتہیٰ تک اُٹھائے جانے کے ذکر کے بعد حضور ﷺ سدرۃ المنتہیٰ

پریس ریلیز **حافظ عاکف سعید**

حکمرانوں کا پست کردار بحیثیت مجموعی پوری قوم کے زوالِ کردار کا عکاس ہے

دین و دنیا میں کامیابی کے لیے ہمیں قرآن وسنت میں بیان کردہ اعلیٰ اقدار کو اپنانا ہوگا

بحیثیت مجموعی پوری پاکستانی قوم کردار کے زوال کا شکار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے حکمران بھی کردار کے اعتبار سے پست ترین مقام پر کھڑے ہیں۔ اس پستی سے نکلنے کے لیے ہمیں وہ اوصاف اپنانا ہوں گے جو مومنین کے لیے قرآن میں بیان کیے گئے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے جامع مسجد قرآن اکیڈمی میں ''قرآن کا انسان مطلوب'' کے موضوع پر گفتگو کرتے ہوئے خطاب جمعہ کے دوران کیا۔ انہوں نے کہا کہ مومن کا اہم ترین وصف عہد اور امانت کی پاسداری ہے مگر ہمارے ہاں کرپشن، بد دیانتی اور وعدہ خلافی اس درجہ عروج کو پہنچ چکی ہے کہ جو شخص اعلیٰ ترین منصب پر فائز ہے اس کے نزدیک وعدے کی کوئی اہمیت ہی نہیں۔ دوسری طرف عوامی نمائندوں کی جعلی ڈگریوں کے باعث پوری قوم کا سر شرم سے جھک گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ انسانی معاملات عہد اور وعدوں کی بنیاد پر ہی چلتے ہیں۔ ہمیں دین و دنیا میں کامیابی کے لیے وہ اعلیٰ اقدار اپنانا ہوں گی جو قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہیں اور جن کا عملی نمونہ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔ لہٰذا جیسے عوام ویسے حکمران کے مصداق اگر ہم خود کو درست کرلیں تو ہمارے حکمران بھی درست ہوجائیں گے۔ (پریس ریلیز: 16/جولائی 2010ء)

پاکستان میں دہشت گردی اصلاً بلیک واٹر، سی آئی اے، را اور موساد کی کارروائیاں ہیں

افغانستان اور عراق پر براہِ راست اور پاکستان پر بالواسطہ حملہ عالمِ اسلام کے خلاف صلیبی جنگ کا حصہ ہے۔

حکمران امریکی غلامی سے نکل کر اللہ کی غلامی اختیار کریں

تنظیم اسلامی لاہور کا خصوصی اجتماع قرآن اکیڈمی K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور میں منعقد ہوا جس میں کہا گیا کہ پاکستان میں دہشت گردی اصلاً بلیک واٹر، سی آئی اے، را اور موساد کی کارروائیاں ہیں۔ گذشتہ آٹھ سالوں میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ امریکا ہی ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے وہ ہمیں عالمِ اسلام کے خلاف اپنے مذموم ایجنڈے کی تکمیل کی خاطر استعمال کر رہا ہے۔ امریکہ کی اصل دوستی بھارت اور اسرائیل کے ساتھ ہے، جو پاکستان کے بدترین دشمن ہیں۔ اس شیطانی اتحادِ ثلاثہ کی دشمنی قبائلیوں سے نہیں اسلام اور اس کے نام لیواؤں سے ہے۔ افغانستان اور عراق پر براہ راست اور پاکستان پر بالواسطہ حملہ عالمِ اسلام کے خلاف صلیبی جنگ کا حصہ ہے۔ ہماری بدقسمتی اور بدنصیبی ہے کہ ہمارے حکمرانوں نے اسلام اور عالم اسلام کے خلاف امریکی جنگ کا فرنٹ لائن اتحادی بننا قبول کیا۔ سوال یہ ہے کہ جمہوریت کے علمبردار اور عوامی حمایت کے دعویدار ہمارے حکمرانوں نے اس مسلم کُش اتحاد کا حصہ بننے کی جرأت کیسے کی؟ اس اجتماع میں حکمرانوں سے مطالبہ کیا گیا کہ امریکی غلامی سے نکل کر اللہ کی غلامی اختیار کی جائے ورنہ دنیا و آخرت دونوں کی بربادی ہمارا مقدر ہوگی۔ (پریس ریلیز: 18/جولائی 2010ء)

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشرواشاعت، تنظیم اسلامی پاکستان)

کی کچھ باتیں ہماری زبان میں سمجھا رہے ہیں۔ فرمایا:

((فَاِذَا نَبِقُهَا مِثْلُ قِلَالِ هَجَرَ، وَاِذَا وَرَقُهَا مِثْلُ آذَانِ الْفِيَلَةِ)) ''اس بیری کے درخت کے بیر تو علاقہ ہجر کے مٹکوں کے حجم کے تھے اور اس کے پتے ہاتھی کے کانوں جتنے بڑے تھے۔'' ((قَالَ: هٰذِهٖ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى)) ''(حضرت جبرائیلؑ نے) کہا: یہ ہے سدرۃ المنتہیٰ'' ((فَاِذَا اَرْبَعَةُ اَنْهَارٍ: نَهْرَانِ بَاطِنَانِ، وَنَهْرَانِ ظَاهِرَانِ)) ''میں نے وہاں چار نہریں دیکھیں، دو نہریں خفیہ طور پر اور دو ظاہر طور پر بہہ رہی تھیں''۔ ((فَقُلْتُ مَا هٰذَانِ يَا جِبْرِيْلُ)) میں نے پوچھا: جبرائیل، یہ کیا ہیں؟''۔ ((قَالَ: اَمَّا الْبَاطِنَانِ فَنَهْرَانِ فِي الْجَنَّةِ)) انہوں نے کہا کہ ''یہ جو دو ڈھکی ہوئی نہریں جاری ہیں، یہ تو جنت کی نہریں ہیں (ایک کوثر اور دوسری سلسبیل)''۔ ((وَاَمَّا الظَّاهِرَانِ، فَالنِّيْلُ وَالْفُرَاتُ)) ''اور یہ جو ظاہری نہریں جاری ہیں، یہ نیل اور فرات ہیں۔'' یعنی جن کا مادی پرتو ہمیں دنیا میں نظر آتا ہے۔ ((ثُمَّ رُفِعَ لِيَ الْبَيْتُ الْمَعْمُوْرُ)) ''پھر بیت المعمور میرے قریب لایا گیا''۔ بیت المعمور درحقیقت ساتویں آسمان پر اللہ تعالیٰ کا اصل گھر ہے، جس کا ظل اور سایہ اس دنیا میں خانہ کعبہ ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے اس کے بارے میں بتایا: ((يُصَلِّيْ فِيْهِ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ اِذَا خَرَجُوا لَمْ يَعُوْدُوْا اِلَيْهِ آخِرُ مَا عَلَيْهِمْ)) ''اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور جب ایک بار اس سے نکلتے ہیں تو دوبارہ اس کے داخلے کی نوبت نہیں آتی''۔ اسی طرح فرشتے بیت الحرام میں خانہ کعبہ کا بھی طواف کرتے ہیں۔ یہ ہماری نگاہوں سے مخفی عالمِ غیب کی ایک دنیا ہے۔ یقیناً اس کا ایک وجود ہے، چاہے وہ ہمیں نظر نہ آئے۔ (واضح رہے کہ بخاری و مسلم کی بعض روایات میں بیت المعمور کا ذکر سدرۃ المنتہیٰ سے مقدم ہے)

((ثُمَّ اُتِيْتُ بِاِنَاءٍ مِنْ خَمْرٍ، وَاِنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ، وَاِنَاءٍ مِنْ عَسَلٍ)) ''پھر میرے سامنے تین برتن لائے گئے، ایک شراب کا، ایک دودھ کا اور ایک شہد کا''۔ ((فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ)) ''میں نے دودھ والا پیالہ اُٹھالیا''۔ ((قَالَ: هِيَ الْفِطْرَةُ الَّتِيْ اَنْتَ عَلَيْهَا وَاُمَّتُكَ)) ''حضرت جبرائیلؑ نے کہا: یہی مطابق فطرت ہے، جس پر آپؐ بھی ہیں اور آپؐ کی امت بھی۔'' یعنی انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتخاب کی توثیق کی۔ یہی بات اس آیت میں فرمائی گئی ہے: ﴿فِطْرَةَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی فطرتِ انسانی کا انتخاب فرمایا جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا: ((ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَيَّ الصَّلَاةُ وَخَمْسِيْنَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ)) ''پھر مجھ پر (اور میری اُمت پر) پچاس نمازیں یومیہ فرض کی گئیں۔'' ایک دوسری روایت میں ہے کہ مجھے اس موقع پر تین چیزیں عطا کی گئیں: ایک تو پچاس نمازیں ایک دن رات میں فرض ہوئیں اور دوسرے سورۃ البقرہ کی آخری دو آیات:

﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ قف لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ قف وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا وقفة وَاغْفِرْ لَنَا وقفة وَارْحَمْنَا وقفة اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾﴾

اور تیسری چیز یہ کہ آپؐ کی اُمت کے گناہ کبیرہ بھی بغیر توبہ کے معاف ہو سکیں گے۔ یہ خصوصی تحفے ہیں جو بارگاہِ رب العزت سے اس مقام پر شبِ معراج میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے لیے عطا ہوئے۔

پھر اسی روایت میں آگے تفصیل آ رہی ہے۔ فرمایا:

((فَرَجَعْتُ فَمَرَرْتُ عَلَى مُوْسٰى فَقَالَ بِمَا اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِيْنَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ قَالَ اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسِيْنَ صَلَاةً كُلَّ يَوْمٍ وَاِنِّيْ وَاللّٰهِ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْئَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِكَ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلَى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلَى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَوَضَعَ عَنِّيْ عَشْرًا فَرَجَعْتُ اِلَى مُوْسٰى فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِعَشْرِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ فَقَالَ مِثْلَهُ فَرَجَعْتُ فَاُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ فَرَجَعْتُ اِلَى مُوْسَى فَقَالَ بِمَ اُمِرْتَ قُلْتُ اُمِرْتُ بِخَمْسِ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، قَالَ: اِنَّ اُمَّتَكَ لَا تَسْتَطِيْعُ خَمْسَ صَلَوَاتٍ كُلَّ يَوْمٍ، وَاِنِّيْ قَدْ جَرَّبْتُ النَّاسَ قَبْلَكَ وَعَالَجْتُ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَشَدَّ الْمُعَالَجَةِ فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَاسْئَلْهُ التَّخْفِيْفَ لِاُمَّتِكَ، قَالَ: سَئَلْتُ رَبِّيْ حَتّٰى اسْتَحْيَيْتُ وَلٰكِنِّيْ اَرْضٰى وَاُسَلِّمُ، قَالَ: فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰى مُنَادٍ: اَمْضَيْتُ فَرِيْضَتِيْ وَخَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِيْ))

''میں واپس ہوا یہاں تک کہ حضرت موسیٰؑ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے دریافت کیا، آپؐ کو کیا حکم ملا ہے؟ میں نے کہا، یومیہ پچاس نمازوں کا حکم ملا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا آپؐ کی امت یومیہ پچاس نمازیں ادا نہیں کر سکتی۔ بخدا! میں نے آپؐ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر لیا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ بہت سخت برتاؤ کیا ہے لہٰذا آپؐ اپنے رب کے پاس واپس جایئے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ میں واپس آ گیا تو اللہ تعالیٰ نے پہلے پانچ، پھر دوسری مرتبہ اور پانچ یعنی کل) دس نمازیں معاف فرما دیں۔ پھر میں حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا تو انہوں نے ویسا ہی کہا۔ پھر میں واپس گیا اور اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ میں دس نمازیں پھر معاف فرما دیں۔ پھر حضرت موسیٰؑ کے پاس واپس گیا اور اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ میں دس نمازیں معاف فرما دیں۔ پھر میں حضرت موسیٰ کے پاس واپس آیا تو انہوں نے پھر وہی کہا۔ میں پھر واپس گیا تو پانچ نمازیں پھر معاف ہوئیں اور مجھے یومیہ دس نمازوں کا حکم ہوا پھر واپس آیا تو حضرت موسیٰؑ نے پھر وہی کہا۔ میں پھر واپس گیا تو پانچ نمازیں پھر معاف ہوئیں حتیٰ کہ اب مجھے یومیہ پانچ نمازوں کا حکم ہوا۔ میں پھر حضرت موسیٰؑ کے پاس آیا تو انہوں نے پوچھا: آپؐ کو کیا حکم ملا ہے؟ میں نے کہا، یومیہ پانچ نمازوں کا۔ انہوں نے کہا آپؐ کی امت یومیہ پانچ نمازیں نہیں پڑھ سکتی اور میں نے آپؐ سے پہلے لوگوں کا تجربہ کر لیا ہے اور بنی اسرائیل کے ساتھ سخت برتاؤ کیا ہے۔ لہٰذا واپس جا کر اپنے رب سے اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے اتنی زیادہ درخواست کی کہ اب مجھے مزید درخواست سے شرم آتی ہے لہٰذا اب میں راضی ہوں اور سلام کرتا ہوں۔ جب میں آگے بڑا تو ایک منادی نے آواز دی کہ میں نے اپنا فریضہ جاری کر دیا اور اپنے بندوں سے تخفیف کر دی۔''

اس متفق علیہ روایت کے علاوہ بھی واقعہ معراج کے متعلق کثیر روایات موجود ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت و دوزخ کے جو مشاہدات کرائے گئے وہ دوسری روایات میں مذکور ہیں، لیکن اسناد کے اعتبار سے کسی دوسری روایت کا وہ درجہ اور مرتبہ نہیں ہے جو اس روایت کا ہے۔

ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ پھر حضور ﷺ واپس مسجدِ اقصیٰ تشریف لائے اور وہاں سے براق پر مکہ مکرمہ مراجعت ہوئی۔ چند دوسری روایات کی روشنی میں واضح ہے کہ اس پورے سفر معراج کے دوران وقت بالکل نہیں گزرا۔ گویا وقت کہیں روک دیا گیا ہے اور پوری کائنات کو کہیں تھام دیا گیا ہے۔ جس سواری پر آپؐ نے یہ سفر کیا، یہاں اُس کا نام ''براق'' بتایا گیا ہے۔ لفظ ''براق'' میں بڑی معنویت ہے۔ یعنی یہ کوئی برق رفتار سواری تھی۔ بعض عقل گزیدہ لوگ سفر معراج کو سمجھ نہیں پائے تو اس کا انکار کر بیٹھے۔ اُن کے خیال میں ایسا ہونا ممکن نہیں۔ بانیٔ تنظیم اسلامی کے بقول ایسے لوگ اٹھارویں صدی کے rationalism کو بیٹھے چاٹ رہے ہیں، حالانکہ اٹھارویں صدی کی عقل پرستی تو خود مغرب میں بھی ختم ہو چکی ہے۔ موجودہ دور نیوٹن کی نہیں، آئن سٹائن کی فزکس کا ہے۔ اب ڈیڑھ دو سو سال پہلے کی فزکس کے مقدمات تبدیل ہو چکے ہیں۔ اب matter (مادہ) حتمی، قطعی، اور ناقابل تردید اور مستحکم نہیں رہا۔ اب سائنس یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ نظری اعتبار سے یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اگر کوئی مادی جسم نور کی رفتار سے حرکت کرے تو اُس پر وقت نہیں گزرے گا۔ حساب نے یہ ثابت کر دیا ہے، اگرچہ ابھی ہم اس کا صحیح تصور نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب نبی ﷺ سفر معراج سے واپس تشریف لائے تو وضو کا پانی بہہ رہا تھا اور دروازے کی کنڈلی ہل رہی تھی۔ یہ بات تو وہ ہے جو آج سے پہلے بھی سمجھ میں آ سکتی تھی کہ شاید کسی ایک وقت پر پوری کائنات کو روک دیا گیا ہو اور کسی کے لیے بھی وقت بالکل نہ گزرا ہو۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اس وقت تو یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ سب کے لیے وقت گزر رہا ہو لیکن صرف محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے نہ گزرے۔ تاہم یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ اس پورے سفر کے لیے وقت کی رفتار کو روک دیا گیا ہو۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؏ ''آگے بڑھو یا وقت کی رفتار روک دو!'' تو یہ وقت کی رفتار محمد رسول اللہ ﷺ کے لیے روک دی گئی تھی۔ واللہ اعلم!

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں نبی کریم ﷺ کا سچا امتی بنائے اور آپؐ جو دین اور مشن لے کر آئے ہیں، اُس کو آگے بڑھانے کی توفیق دے۔ (آمین)

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

☆☆☆

دین و دانش

قرآن حکیم میں وارد کفار و منافقین کی طرف سے

سچے اہل ایمان کے گستاخانہ ناموں کی حقیقت

حافظ محمد مشتاق ربانی

دنیا میں دو طرح کے مسلمان ہیں۔ ایک تو وہ مسلمان ہیں جو غیر مسلموں کی تہذیب اپنائے ہوئے ہیں، جو اہل کفر کی پسند و ناپسند ہے وہی ان کی پسند و ناپسند ہے۔ جس انداز سے وہ سوچتے ہیں اسی انداز سے یہ سوچتے ہیں۔ ایسے مسلمانوں سے اہل کفر کو کوئی شکوہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ مسلمان ان کے دوست ہیں اور وہ ان کے دوست ہیں۔

دوسری طرف وہ مسلمان ہیں جو دین کے غلبہ کے لیے کوشش کرتے ہیں، اللہ کے راستے میں کفار کے خلاف جہاد کرتے ہیں۔ ایسے مسلمانوں سے اہل کفر شدید بغض اور نفرت کرتے ہیں۔ یہ مسلمان انہیں کانٹے کی طرح چبھتے ہیں۔ اس طرح کے راسخ العقیدہ مسلمانوں کو وہ طرح طرح کے القابات سے پکارتے ہیں۔ کبھی انہیں دہشت گرد کہتے ہیں، کبھی قدامت پسند اور کبھی بنیاد پرست کے نام دیتے ہیں۔ ان ناموں سے ایسے مسلمانوں کو پکارنا کوئی نئی بات نہیں ہے، بلکہ جب سے رزم حق و باطل جاری ہے، باطل قوتیں ہمیشہ سے متحرک مسلمانوں کو ایسے ہی القابات سے پکارتی چلی آ رہی ہیں۔ اس سلسلے میں اگر ہم قرآن حکیم کا مطالعہ کریں تو سچے اہل ایمان کو ان کی قومیں ایسے ہی نہایت گھٹیا القابات سے پکارتی رہی ہیں۔ ذیل میں چند برے القابات ملاحظہ فرمائیں جو تن من دھن نچھاور کرنے والے سچے اہل ایمان کو ان کی قوموں کی طرف سے ملتے رہے ہیں، جنہیں قرآن حکیم نے نقل کیا ہے۔

<u>الضّالون:</u> گمراہ اور بھٹکے ہوئے لوگ۔ یعنی یہ مسلمان ظاہری آرام و سکون اور دنیا کی عیش و عشرت کو چھوڑ کر نعوذ باللہ حضرت محمد ﷺ کی باتوں میں آ گئے ہیں۔ یا وہ اس پہلو سے اہل ایمان کو گمراہ کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو چھوڑ کر آپؐ کے بتائے ہوئے راستے کو اختیار کر لیا ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ کفار اہل ایمان کو گمراہ سمجھتے ہیں، حالانکہ گمراہ تو وہ خود ہیں اور اہل ایمان ان کو گمراہی سے نکال کر شاہراہ ہدایت کی طرف لے کر جانا چاہتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے: ﴿ وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝ ﴾ (المطففین:32) ''اور جب ان کو دیکھتے تو کہتے کہ یہ بالکل گمراہ ہیں۔'' جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایسے اہل ایمان کو ہدایت یافتہ کہہ کر یاد کیا جو اس کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ ﴾ ''یہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر ہیں۔''

<u>الاشرار:</u> شریر لوگ۔ کفار و مشرکین جب جہنم میں چلے جائیں گے تو وہ آپس میں باتیں کریں گے کہ وہ لوگ کہاں ہیں جنہیں ہم شریر سمجھتے تھے۔ قرآن حکیم میں ہے: ﴿ وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۝ ﴾ (سورۂ ص:62) ''اور وہ کہیں گے: کیا بات ہے ہم ان لوگوں کو یہاں نہیں دیکھ رہے ہیں جن کو ہم اشرار میں سے شمار کرتے تھے۔'' گویا یہ لوگ جو دنیا میں شریر سمجھے جاتے تھے، جنت میں ہوں گے، اور شریر سمجھنے والے جہنم میں پڑے ہوں گے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ کفار اہل ایمان کے جن باتوں اور افعال کو شرارت سمجھتے تھے، ان میں دراصل دوسروں کی بھلائی مضمر تھی۔

<u>الارذلون:</u> انتہائی گھٹیا لوگ۔ یہ افعل التفضیل کا صیغہ ہے جس کے معنی بہت زیادہ گھٹیا ہونے کے ہیں۔ قوم نوح کے سرداروں نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم آپؑ پر ایمان نہیں لا سکتے، کیونکہ ہم بڑے لوگ ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ آپؑ پر جو ایمان لانے والے ہیں ''وہ ہمارے معاشرے کے چھوٹے درجے کے لوگ ہیں۔'' (ہود:27) اگر ہم آپؑ پر ایمان لے آئیں تو ہمارے اور ان کے مابین فرق ختم ہو جائے گا اور وہ حقیر لوگ ہمارے برابر ہو جائیں گے۔ قوم نوحؑ

کے سرداروں کی یہ بات قرآن حکیم نے بڑے خوبصورت انداز سے ان کی عکاسی کرتے ہوئے نقل کی: ﴿قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَکَ وَاتَّبَعَکَ الْاَرْذَلُوْنَ ۝﴾ (الشعراء:111) ''کیا ہم تمہیں مان لیں اور حال یہ ہے کہ تمہاری پیروی رذیلوں نے کی ہے۔'' ان کی یہ بات سن کر حضرت نوح علیہ السلام سے خاموش نہ رہا گیا۔ ﴿قَالَ وَمَا عِلْمِیْ بِمَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۝ اِنْ حِسَابُھُمْ اِلَّا عَلٰی رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ۝ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِیْنَ ۝﴾ (الشعراء: 112 تا 114) ''انہوں نے کہا: مجھے اس کی کیا خبر جو وہ کرتے رہے ہیں۔ ان کا حساب کرنا تو میرے رب ہی کا کام ہے اگر تم سمجھو۔ اور میں مومنوں کو تو دھتکارنے والا ہوں نہیں۔'' یعنی شرافت و رذالت کا انحصار تو آدمی کے کردار پر ہے نہ کہ مال و جائیداد اور نسب و خاندان پر۔ میں تو نہیں جانتا کہ ان کا ماضی کیسا رہا ہے۔ میرے سامنے تو ان کا حال ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والے نیک لوگ ہیں جنہیں میں تمہاری خاطر اپنے سے ہرگز دور کرنے والا نہیں ہوں۔ میرے اصل ساتھی وہی ہیں جو مجھ پر ایمان لائے ہیں، چاہے دنیوی اعتبار سے وہ کسی بھی حیثیت کے مالک ہیں۔

بادی الرای: سرسری سی رائے رکھنے والے، نیچ لوگ جن کے پاس گہری نظر نہ ہو۔ ایسے لوگ کہ دل میں جو بات آئی فوراً کہہ دینے والے۔ اس پر سوچنے اور غور وفکر گوارا نہ کرنے والے۔

قوم نوح کے لوگ حضرت نوح علیہ السلام سے کہنے لگے کہ جو لوگ آپ پر ایمان رکھتے ہیں وہ کم تر درجے کے لوگ ہیں بلکہ ﴿بَادِیَ الرَّاْیِ﴾ (ھود:27) ''سرسری سی رائے رکھنے والے لوگ ہیں۔'' انہوں نے جو بات آپؑ سے سنی ہے اس پر بغیر سوچے سمجھے عمل کرنے والے ہیں اور ان کی رائے میں کوئی وزن نہیں ہے۔ اہل کفر نے حضرت نوح علیہ السلام سے یہ بات اس لیے کہی کہ وہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کے بعد ہی انسان کی سوچ درست ہوتی ہے۔ کیونکہ ایمان لانے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ ایسا نور عطا کرتا ہے جس سے انسان کی سوچ میں پختگی آتی ہے اور وہ اشیاء کی حقیقت کو صحیح طور سے سمجھ لیتا ہے۔

السفھاء: احمق اور بیوقوف۔ السفہاء سفیہ کی جمع کی ہے۔ سفہ کے معنی عقل کا ہلکا پن ہے۔

منافقین سے جب کہا جاتا کہ وہ مخلص اہل ایمان کی طرح ایمان لائیں، جو اسلام پر پوری طرح عمل پیرا ہیں اور وہ جنہوں نے ہر چیز آنحضور ﷺ کے قدموں میں نچھاور کر دی ہے تو وہ جواب دیتے: ﴿اَنُؤْمِنُ کَمَآ اٰمَنَ السُّفَھَآءُ﴾ (البقرہ:13) ''کیا ہم اس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف لوگ ایمان لائے ہیں۔'' منافقین کی گستاخی کی بھی کوئی حد نہیں کہ وہ نعوذ باللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بے وقوف کہہ رہے ہیں، جن کی عظمت کا یہ عالم ہے کہ قرآن حکیم نے ان کا دفاع کیا۔ اور انہیں بے وقوف کہنے والوں کے متعلق فرمایا: ﴿اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (البقرہ:13) ''آگاہ رہو کہ بے وقوف یہی لوگ ہیں لیکن یہ جانتے نہیں۔'' یہاں دیکھیں کہ منافقین کو ﴿السفھاء﴾ کہا جا رہا ہے جو اپنے آپ کو بڑے دانا اور عقل مند سمجھ رہے تھے۔

الاذل: یہ افعل التفضیل کا صیغہ ہے جس کا معنی سب سے زیادہ ذلیل اور کمزور لوگ۔

منافقین نے مسلمانوں کو ''الاذل'' کے نام سے پکارا اور اپنے آپ کو (الاعز) ''سب سے زیادہ عزت والے'' کہا۔ یہ بات غزوہ بنی المصطلق کے موقع پر انہوں نے کہی: ﴿یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ﴾ (المنافقون:8) ''اور کہتے ہیں کہ اگر ہم لوٹے مدینہ کو تو جو عزت والے ہیں وہ وہاں سے ان کو یقیناً نکال چھوڑیں گے جو بالکل بے حیثیت ہیں۔'' لیکن اللہ تعالیٰ نے سچے مسلمانوں کی شان میں گستاخی برداشت نہ کی اور فرمایا: ﴿وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (المنافقون:8) ''اور عزت اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کے لیے ہے، لیکن یہ منافقین نہیں جانتے۔''

اوپر کی تفصیلات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ مختلف نام ان مسلمانوں کو کفار و منافقین کی طرف سے ملتے رہتے ہیں جو راہ حق میں سب کچھ قربان کرنے والے تھے اور بڑھ چڑھ کر انبیاء و رسل کی مدد کرتے رہے۔ آج بھی جو لوگ اسلام کے غلبہ کے لیے اور کفار کی زیادتیوں کو روکنے کے لیے ہر قسم کا جہاد جاری رکھے ہوئے ہیں، انہیں مختلف برے القابات سے پکارا جا رہا ہے، لیکن انہیں اس سے چنداں گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ وہ غلبہ دین حق کا پاکیزہ مشن جاری رکھیں۔ بالآخر فتح وکامرانی انہیں کا مقدر ہوگی۔ ان شاء اللہ

''جو درس شہ بطحا نے دیا ہم پڑھنا پڑھانا بھول گئے''

جلسۂ رجوع الی القرآن

بیاد

داعئ قرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

خصوصی خطاب

حافظ عاکف سعید صاحب

امیر تنظیم اسلامی

یکم اگست 2010، بروز اتوار ☆ 10:30 بجے دن

بمقام

PIA گارڈن، نزد ایکسپو سنٹر گلشن اقبال، کراچی

خواتین کے لیے شرکت کا باپردہ انتظام ہے

تنظیم اسلامی

34306040, 36311223
www.tanzeem.org

نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ میں لقمۂ اجل بننے والوں کی اموات:

انسانیت کے خلاف سنگین جرم

**پروفیسر فرانسس بوائیل دوٹوک انداز میں کہتا ہے:
'آپ خواہ کچھ بھی کہیں، یہ ایک سراسر ناجائز جنگ ہے'**

عابداللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

ترجمہ: محمد فہیم

پروفیسر فرانسس بوائیل دوٹوک انداز میں کہتا ہے: ''جو کچھ اب افغانستان میں ہورہا ہے اسے ہرگز خودمدافعتی کارروائی نہیں کہا جاسکتا۔ یہ تو انتقامی کارروائی ہے، بدلہ چکانے اور ظلم وزیادتی والی کارروائی۔ اسے کوئی بھی نام دیا جاسکتا ہے مگر اسے خودحفاظتی نہیں کہا جاسکتا، خواہ امریکی حکومت کتنے ہی شد و بد سے یہ بات کہے۔ امریکی حکومت جو کچھ افغانستان کے خلاف روا کھے ہوئے ہے وہ صرف اور صرف ظلم اور زبردستی ہے، جو سراسر ناجائز ہے۔ اس کے لیے کسی کے پاس کوئی جواز نہیں۔''

اکیسویں صدی کے یہ صلیبی خوب جانتے تھے کہ بہت سے ممالک کو کئی سالوں سے حقیقی دہشت گرد حملوں کا سامنا ہے لیکن انھوں نے اس کی وجہ سے دوسرے ملکوں پر حملوں کا ارتکاب نہیں کیا، اس کی بجائے انھوں نے گفت وشنید کی راہ اپنائی اور ان معاملات کو سنوارنے کی کوشش کی جن کی وجہ سے دوسرے لوگ برانگیختہ ہوچکے تھے۔ امریکی حکومت اپنی سول ایوی ایشن کے تحفظ کی خاطر ٹوکیو کنونشن یا 1971 کے مانٹریال کنونشن کی شرائط سے رجوع کرکے ناجائز اقدامات کو دبا سکتی تھی۔ امریکہ دہشت گردی کے خلاف موجودہ کسی بھی کنونشن کی طرف رجوع کرسکتا تھا اور ردعمل کے طور پر کسی بھی دوسرے مناسب اور متبادل کو اختیار کرسکتا تھا۔ پہلی دفعہ ایسا ہوا کہ ایک ایسا ملک جو خود کو بین الاقوامی قانون اور اخلاقیات کا بڑا پابند سمجھتا ہے، ایک بے یار ومددگار قوم کے خلاف ایک بہت ظالمانہ جنگ کا مرتکب ہوا۔ اقوام متحدہ کے چارٹر کے آرٹیکل 51 کی رو سے ''خودمدافعتی کا حق تب حاصل ہوتا ہے، جب سلامتی کونسل نے اقدامات لئے ہوں''۔ سلامتی کونسل نے اگرچہ فوری ردعمل دکھایا کہ اُس کی 12 ستمبر 2001 والی قرارداد نمبر 1368 اور 28 ستمبر 2001ء والی قرارداد نمبر 1373 کی رو سے ممبر ممالک کو ہدایات کی گئی کہ وہ فوری طور پر مل بیٹھ کر متعلقہ بین الاقوامی اینٹی ٹیررسٹ کنونشن کی شرائط کو بروئے کار لاکر دہشت گردانہ حملوں کے لیے مالی ذرائع کو منجمد (Feeze) کروانے کا اہتمام کریں، تاہم اپنی 4385ویں میٹنگ میں پاس کردہ 28 ستمبر 2001ء والی قرارداد نمبر 1373 (جس میں 12 ستمبر والی قرارداد کو بھی ضم کیا گیا) کی رو سے ممبر ممالک پر ذمہ داری ڈالتے ہوئے سلامتی کونسل نے زور دیا کہ صرف وہی اقدامات کئے جائیں جن کی قومی اور بین الاقوامی قانون اجازت دیتا ہو اور جو انسانی حقوق کے معیارات کے مطابق ہوں اور یہ کہ دہشت گردانہ حملوں کا پورا تدارک کیا جائے اور (صرف) ان جرائم کے مرتکبین کے خلاف اقدامات کئے جائیں۔ مذکورہ قراردادیں مسلح حملہ کی اجازت نہیں دیتیں۔ یہ 11 ستمبر والے حملوں کی مذمت کرنے کے ساتھ ساتھ ممبر ممالک پر زور دیتی ہیں کہ بین الاقوامی امن کو دہشت گردی سے لاحق خطرات کا ''چارٹر'' کے مطابق تدارک کیا جائے۔ ان قراردادوں میں کسی بھی جگہ یہ نہیں کہا گیا کہ کسی غیر مقابل (Non Combatant) کے خلاف طاقت کا استعمال کیا جائے یا طالبان کی حکومت کو اُکھاڑ پھینکا جائے۔ سیکیورٹی کونسل نے قرارداد پر عمل درآمد کو مانیٹر کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی اور تمام ممالک کو 90 دن کے اندر رپورٹ کرنے کی تاکید کردی۔ ٹورانٹو میں اُسکوڈ ہال لاء سکول کے پروفیسر مائیکل مانڈیل جو بین الاقوامی فوجداری قانون کے ماہر ہیں، کہتے ہیں:

> ''ان میں کسی بھی قرارداد کے متعلق دور دور تک یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی رو سے فوجی طاقت کے استعمال کی اجازت دی گئی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ سرخط میں حق خودحفاظتی پر زور دیا گیا ہے لیکن ایسا صرف ''چارٹر'' کے اندر اندر ہوسکتا ہے۔ اس میں افغانستان کے خلاف فوجی اقدام کا نہ ذکر ہے اور نہ ہی ایسا کرنا خودحفاظتی کے زمرے میں آتا ہے۔ خودمدافعتی حق کے اختیار میں یہ شامل نہیں کہ ایک حملہ جب ختم ہوچکا ہے، اس کے خلاف جوابی اقدام کیا جائے۔ بین الاقوامی قانون میں خودمدافعتی حق اسی طرح ہے جیسا کہ ہمارے اپنے قانون میں ہے۔ یہ قانون آپ کو اپنی مدافعت کی اجازت اس وقت دیتا ہے جب قانون موجود (عملداری کی پوزیشن میں) نہ ہو، لیکن یہ اجازت نہیں دیتا کہ آپ قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیں۔'' (بحوالہ: ٹورنٹو گلوب اینڈ میل 19 اکتوبر 2001ء)

کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ بُش انتظامیہ جنگ کو روکنے کی پورے طور پر کوشش کررہی تھی جبکہ اس نے طالبان سے اُسامہ کی حوالگی کا مطالبہ کیا تھا۔ لیکن بُش کی اس کوشش میں سچائی اور اخلاص کا کوئی عنصر نہ تھا کیونکہ گفت وشنید کے لیے مناسب وقت نہیں دیا گیا۔ طالبان اپنی بے گناہی کے لیے التجائیں کررہے تھے اور مسئلہ کے حل کے لیے تجاویز پیش کررہے تھے جبکہ دوسری طرف امریکہ ہر بات کو مسترد کرکے ایک بھرپور جنگ کی دھمکیاں دینے پر اُتر آیا تھا۔ طالبان حکومت نے کافی حد تک رعایتیں دینے پر آمادگی ظاہر کی تھی لیکن ہر بات کو فوری طور مسترد کیا جاتا رہا۔ صرف 25 دن بعد 7 اکتوبر 2001ء کو پو پھٹنے سے پہلے پہلے امریکی اور برطانوی اتحادی فوجوں نے کابل اور 31 دوسرے شہروں اور قصبوں پر سلسلہ وار بمباری شروع کی، کسی دوسرے متبادل چارہ گری کو خاطر میں نہیں لایا گیا۔ اس سے اس حقیقت کی توثیق ہوجاتی ہے کہ جنگ کے لیے پہلے ہی سے منصوبہ بندی کرلی گئی تھی اور نائن الیون سے بہت پہلے اس کے لیے تمام ضروری لاجسٹک بہم پہنچائی گئی تھیں۔

منصوبہ بند حملوں کے صرف 9 دن بعد 20 ستمبر 2001ء کو کانگرس سے بُش کے خطاب سے بھی یہ بات پوری طرح سمجھ میں آتی ہے کہ اسامہ کی حوالگی جیسے نمائشی مطالبات کے نتائج سے قطع نظر، وہ افغانستان پر حملہ کرنے کا فیصلہ کرہی چکا تھا۔ بُش نے اعلان کیا کہ ''امریکہ القاعدہ کا ساٹھ ملکوں میں پیچھا کرے گا۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ اب شروع ہوچکی ہے اور افغانستان اس جنگ میں پہلا ہدف ہے''۔ بالفاظ دیگر یہ جنگ آخری جنگ نہیں ہوگی بلکہ افغانستان پر فوجی حملہ ان بے شمار جنگوں میں سے پہلی جنگ ہے جو مختلف اقوام کے خلاف آئندہ لڑی جائیں گی۔

افغان جنگ کے کسی بھی پہلو کا جائزہ لیتے وقت یہ بات ذہن میں رہنی چاہیے کہ امریکہ نے 1979ء میں افغان حکومت کی حمایت میں بیان دیتے ہوئے، افغانستان میں سوویت افواج کی موجودگی کو ''زبردستی، اور بے جا فوجی مداخلت'' قرار دیا تھا۔ اسی معیار کے مطابق امریکہ کی شروع کردہ جنگ اور کابل میں ایک پٹھو حکومت قائم کرنے کے عمل کو نہ تو مبنی بر انصاف (یا جائز) جنگ قرار دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے جمہوریت یا خود مدافعتی کی خاطر جنگ خیال کیا جاسکتا ہے۔ طالبان نے امریکہ سے کسی فوجی اعانت کی درخواست بھی نہیں کی تھی جس طرح کہ 1979ء میں افغان حکومت نے امریکہ کی خفیہ حمایت سے سوویت یونین کے خلاف لڑنے والے مختلف گروہوں کے خلاف مدد طلب کی تھی۔ امریکہ اور برطانیہ نے جن توجیہات کی بنیاد پر افغانستان کے خلاف فوج کشی کی وہ قانون کے کسی بھی پیمانے پر صحیح نہیں اُترتیں۔ یہاں تک کہ یو ایس ملٹری کورٹس میں بھی ججوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ امریکہ کا افغانستان پر حملہ غیر قانونی ہے۔ تھامس جیفرسن سکول آف لاء کی پروفیسر مرجوری کوہن جو نیشنل لائرز گلڈ کی منتخب صدر اور امریکن ایسوسی ایشن آف جیورسٹس کی ایگزیکٹو کمیٹی کی نمائندہ ہیں، لکھتی ہیں کہ میں پبلو (pablo) کے خلاف مقدمہ میں بطور گواہ پیش ہوئی تھی۔ پبلو نے amphibious assault ship (خشکی اور تری دونوں پر استعمال ہونے والا جنگی جہاز) کو بون ہوم رچرڈ پر لے جانے سے انکار کیا تھا۔ اس جہاز پر 3000 سیلرز اور میرین سوار تھے اور یہ سان دیگو سے 6 دسمبر 2004ء کو خلیج فارس کے لیے روانہ ہونے والا تھا۔ پبلو کا موقف تھا کہ ایک ناجائز جنگ کے لیے میرین پہنچانا، جہاں یہ بھی احتمال ہے کہ وہ جنگی جرائم کا ارتکاب بھی کریں گے، اسے بھی شریک جرم بنادے گا۔ مرجوری کوہن مزید کہتی ہیں:

> ''نیوی پراسیکیوٹر لیفٹیننٹ جوناتھن فری مین نے کراس ایگزامینیشن پر میری گواہی لی تھی کہ یوگوسلاویہ اور افغانستان میں امریکی جنگیں یو این او چارٹر کے خلاف تھیں، کیونکہ ان میں سے کوئی جنگ بھی اپنی مدافعت میں نہیں لڑی گئی اور نہ ہی انھیں سیکیورٹی کونسل کی حمایت حاصل تھی۔ میری گواہی کے نتیجہ میں جج نے کہا: میرے خیال میں حکومت نے یہ بات کامیابی سے ثابت کردکھائی ہے کہ کسی بھی سول ملازم کے پاس یہ یقین کرنے کے لیے معقول دلیل موجود ہے کہ یوگوسلاویہ، افغانستان اور عراق میں لڑی گئی جنگیں ناجائز تھیں۔''

دہشت گردوں کے خلاف جنگ ایک جائز جنگ متصور نہیں ہوسکتی کیونکہ وہ نہ تو ایک خود مختار مملکت کی حیثیت رکھتے ہیں اور نہ وہ کسی حقیقی باغیانہ تشخص کی نمائندگی کرتے ہیں جن کے خلاف سول وار کا کچھ نہ کچھ جواز بنتا ہے۔ قدامت پسند برطانوی سیاست دان وے لینڈ کینٹ نے افغانستان پر حملہ کے متعلق کہا ہے کہ ''بین الاقوامی قانون کی رو سے یہ ایک بالکل ناجائز جنگ ہے۔''

یہ جواز منہ قدیم میں بحری قزاقوں کے خلاف لڑی گئی جنگوں کو بطور تمثیل پیش کیا جاتا ہے، اس سے افغان جنگ کا جواز مہیا نہیں کیا جاسکتا۔ از منہ قدیم میں بحری ڈاکوؤں کو مجرموں کے زمرے میں شمار کیا جاتا تھا اور ان کے خلاف جنگی کارروائی پولیس کارروائی سمجھی جاتی تھی۔ کم از کم جواز والی جنگ کی یہی حیثیت تھی۔ اور چونکہ بحری ڈاکو ''سمندری'' ہوتے تھے، لہٰذا ان کو جداگانہ اینٹی سٹیٹ عناصر کی حیثیت حاصل تھی، جبکہ نائن الیون حملوں کے نامزد ملزمان معاشرہ کے درمیان رہتے تھے جیسے کہ دوسرے جرائم پیشہ رہ رہے ہیں۔ ان کو فوجی ذرائع سے گھیر لینا مشکل تھا۔ اسی لیے ورجینیا یونیورسٹی میں فیلوسوفیکل تھیالوجی کے پروفیسر جان مل بینک فرانس گال دلیل دیتے ہیں کہ

> ''اگر تو یہ دہشت گردوں کے خلاف جنگ تھی تو یہ جائز اس لئے نہیں ہوسکتی کہ دیوانگی جیسی صورت حال کی وجہ سے جنگی کارروائی غیر متناسب ہوگی۔ القاعدہ کے خلاف مقدمہ ہیگ میں بین الاقوامی عدالت انصاف کے سامنے لانا چاہیے تھا، جو بہت مؤثر کارروائیوں کے ذریعے دہشت گردی کے اثرات کو کم کرسکتی تھی۔ بہرحال حملہ مرتکبینِ جرم پر نہیں بلکہ ایک ایسے خود مختار ملک پر کیا گیا جو مزعومہ مجرموں کو حوالہ کرنے پر تیار ہوگیا تھا اور جس کے ساتھ برطانوی دفتر خارجہ نے معاملہ طے کرنے کی سفارش بھی کی تھی (وہ جو سازش کے مرتکبین سمجھے جاتے ہیں ہزاروں لوگوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے اور مستقبل کے لیے بے انتہا مصائب کی تخم ریزی اور دہشت گردانہ تحاریک کو جنم دینے کے عمل کے بعد بھی مفرور ہیں اور قابو نہیں کیے جاسکے)۔ جیسے کہ میں پہلے بیان کرچکا ہوں امریکہ اور برطانیہ کا طالبان پر بے انصافی کا الزام لگانا مضحکہ خیز ہے۔ ان طالبان کو جنم دینے میں خود امریکہ اور برطانیہ ہی نے مدد دی تھی۔ وہ اسلام کی آڑ میں ہونے والے سعودی ''مظالم'' سے تو چشم پوشی کرتے آئے ہیں جبکہ طالبان کے ''مظالم'' کا ان کو بڑا دُکھ ہو رہا ہے۔ وہ خود زمینی جنگ میں اپنی ناکامی کو چھپانے کے لیے طالبان کو شمالی اتحاد کے ذریعے ہٹانے پر تیار ہوئے حالانکہ شمالی اتحاد والے بھی اتنے ہی ''زہریلے'' ہیں جیسے کہ طالبان ہیں۔''

یہ بات یقینی ہے کہ 21ویں صدی کے نیکی سے خالی صلیبی ان تجزیہ کاروں کی باتوں سے خوب واقف ہیں۔ انھوں نے ریاست افغانستان بالخصوص دہشت گردوں کے خلاف جنگ کو خود اسٹیج کردہ نائن الیون کے واقعے کے خلاف بطور ردعمل دکھانا شروع کیا ہے۔ دراصل اس طرح وہ اپنے ان خفیہ آپریشنز اور مقاصد کو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے لبادے میں چھپانا چاہتے ہیں جن کا تفصیلی بیان اس کتاب کے باب 1 تا 3 میں موجود ہے۔ اس بحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امریکہ کی افغان جنگ دہشت گردی کے خلاف مذہبی جذبہ کے تحت شروع کردہ جنگ ہے، جس کی کوئی قانونی بنیاد نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مغربی تجزیہ نگار ایک اُلجھن سے دو چار ہیں۔ ان کی رائے میں ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' کے کوئی معنی نہیں۔ رووران ولیمز کہتے ہیں:

> ''چونکہ دہشت گردی اب ایک مستقل ممکنہ رویہ کی شکل اختیار کرگئی ہے، لہٰذا اس کے خلاف جنگ کا کوئی تصور اتنا ہی لغو اور بے معنی ہے، جس طرح کہ منشیات کے خلاف جنگ بے معنی ہے۔ ("Writing in the Dust: After September 11")

دوسری طرف مسلمان اب مزید شک وشبہ میں نہیں رہے۔ ملائشیا میں سلطنت ترینگونو کے وزیر اعظم نے ''بلا حدود'' نامی ٹی وی شو میں 31 اکتوبر 2001 کو کہا کہ ''یہ جنگ غیر قانونی ہے، کیونکہ امریکی انتظامیہ نے نائن الیون واقعے میں افغانستان کے ملوث ہونے کا کوئی بھی ثبوت یا شہادت پیش نہیں کی۔ امریکہ کی فوجی مہم جوئی کے پیچھے اس کے خفیہ مذہبی عزائم کارفرما ہیں۔''

یہ بات واضح ہے کہ کوئی بھی معقول قانونی ادارہ امریکی کارروائی کو ایک متوازن کارروائی نہیں سمجھے گا، کیونکہ اس نے ایک ناجائز جنگ شروع کررکھی ہے، جس کے نتیجے میں بہت بڑا نقصان ہوچکا ہے۔ اس جنگ کی غیر قانونی حیثیت کو بیان کرتے ہوئے پروفیسر مائیکل مانڈیل کہتا ہے:

> ''چونکہ امریکہ اور برطانیہ نے یہ جنگ سیکیورٹی کونسل کی واضح اجازت کے بغیر شروع کی ہے لہٰذا جو لوگ بھی اس جنگ میں لقمۂ اجل بنتے ہیں، ان کی موت کو انسانیت کے خلاف جرم گردانا جائے گا، بالکل اُسی طرح جس طرح نائن الیون حملوں میں لوگ انسانیت کے خلاف جرم کا شکار ہوگئے۔ اب یہ بات ہر کسی پر واضح ہونی چاہیے کہ افغانستان پر فوجی حملہ کا دہشت گردی کے انسداد سے کوئی تعلق نہیں۔''

(جاری ہے)

تین خبریں!

حافظ شفیق احمد اعوان

ظالم یہودی کا ہاتھ کون روکے گا؟

ان ظالم یہودیوں کا ہاتھ کون روکے گا جنہوں نے غزہ میں ایندھن کی فراہمی بند کردی ہے اور بجلی کے بحران کے باعث ہسپتالوں کا نظام درہم برہم ہوگیا ہے، ایمرجنسی وارڈز، ادویات ٹھنڈی رکھنے والے ریفریجریٹرز، لیبارٹریز، بلڈ بینکوں اور دیگر شعبوں نے کام کرنا بند کردیا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ مہذب ہونے کی دعوے دار امریکی اور یورپی اقوام، اور ہم مسلمانوں کو ظالم، اجڈ، متعصب، اور دہشت گرد کا لقب دینے والے اس وقت کیوں خاموش ہیں، یہ صرف خاموشی ہی نہیں بلکہ مجرمانہ پشت پناہی ہے ان متعصب یہودیوں کی، جنہوں نے ریاستی طاقت کا غلط استعمال کرتے ہوئے ظلم کا بازار گرم کررکھا ہے۔ آج ان ظالموں کا اصل جواب نظام خلافت ہے۔ اللہ کریم ہم مسلمانوں کو توفیق دے کہ ہم اس عادلانہ نظام کو نبی رحمت ﷺ کے عطا کردہ مسنون طریقہ کار کے مطابق قائم کرسکیں، تاکہ ریاستی طاقت سے ان ظالموں کو ان کے ظلم سے روکا جاسکے۔ محترم قارئین! تنظیم اسلامی کے پلیٹ فارم سے اسی چیز کی دعوت دی جارہی ہے۔ آیئے، ظلم کے خاتمے کے لیے عملی جدوجہد کا آغاز کریں اور نظام خلافت کے قیام کے لیے تنظیم اسلامی کی دعوت پر لبیک کہیں، تاکہ نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ پوری نوع انسانی کو ظلم واستحصال کے خونی شکنجے سے آزاد کیا جاسکے۔

کیا مفادات کی سیاست عبادت ہے

وفاقی وزیر ریلوے غلام احمد بلور کا کہنا ہے کہ ہم ''سیاست کو عبادت سمجھتے ہیں، سیاست میں ہم نے لوگوں کی بے لوث خدمت کی ہے۔'' سچے اہل ایمان تو سیاست نہیں، بلکہ سیاست سمیت ہر شعبۂ زندگی میں اللہ کی اطاعت وفرماں برداری کو عبادت سمجھتے ہیں، لیکن اگر وزیر ریلوے ''عوامی حاکمیت'' پر مبنی نظام اور مروّجہ سیاست کو جو بقول شخصے تماش بینوں میں گھری ہوئی ہے، کو ہی عبادت سمجھتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ عبادت اور خدمت کررہے ہیں تو ذرا غور فرمائیں کہ ان کی ''بے لوث خدمت'' کا نتیجہ کیا نکلا ہے کہ پاکستان ریلوے کو اس سال مجموعی طور پر 24 ارب روپے کا خسارہ ہوا ہے اور محکمے کے مجموعی قرضوں کا حجم 70 سے 80 ارب روپے ہوچکا ہے۔ یہ بھی نوٹ کیجئے کہ ایمان سے محروم لیکن عوامی خدمت کے حامل لوگوں کی کیفیت کیا ہے اور ہم کہاں کھڑے ہیں۔ آزادی کے وقت پاکستان اور بھارت کی ریلوے انتظامیہ ایک ہی تھی۔ اب پاکستان میں 230 مسافر اور 50 مال گاڑیاں روزانہ چلتی ہیں اور ایک سال کا خسارہ چوبیس ارب روپے ہے، جبکہ بھارت میں 61000 کلومیٹر ٹریک پر روزانہ 8000 مسافر اور 5000 مال گاڑیاں چل رہی ہیں لیکن پھر بھی بھارتی ریلوے منافع میں ہے۔ اور ہم خسارہ میں ہیں۔ گویا محترم کی ''عبادت'' کا نتیجہ یہ ہے کہ، نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم۔

محکمانہ غفلت کا تو کیا ہی کہنا، وفاقی منصوبہ سازوں کا کارنامہ یہ ہے کہ سالانہ وفاقی ترقیاتی پروگرام میں نیشنل ہائی ویز اتھارٹی کے فنڈ میں مزید اضافہ کردیا گیا ہے جبکہ دوسری طرف ریلوے کو اس سال ترقیاتی بجٹ میں کٹوتی کا سامنا ہے۔ اللہ کریم اہل وطن پر رحم کرے اور انہیں اچھی، مخلص قیادت نصیب کرے۔ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ صاحبان اختیار اور ان کے ہم نواؤں کی پبلک ٹرانسپورٹ پر اجارہ داری ہو اور وہ جان بوجھ کر محکمہ ریلوے کو نقصان پہنچا رہے ہوں، تاکہ لوگ زیادہ سفر سڑک کے ذریعے کریں اور تیل کی بڑھتی ہوئی قیمتوں سے فائدہ اُٹھا کر اہل وطن کا استحصال جاری رکھا جاسکے۔

قیادت کی بے حسی کی ایک بنیادی وجہ ہمارا نظام تعلیم بھی ہے کہ جس سے گزر کر ایسے لوگ ہمارے اوپر مسلط ہوتے ہیں کہ جنہیں اپنی ذات اور مفاد کے سوا کسی چیز کا ہوش نہیں ہوتا۔ باقی دنیا میں اپنے وطن اور اپنی قوم کے ساتھ اخلاص کا جذبہ تو ہوتا ہے۔ لیکن ہم بے مقصد نظام تعلیم کی وجہ سے دین ودنیا دونوں سے محروم ہورہے ہیں۔ ضروری ہے کہ نظام تعلیم پر خصوصی توجہ دی جائے، تاکہ لوگوں میں خدا خوفی پیدا ہو اور اجتماعی اموال کو امانت سمجھتے ہوئے استعمال کیا جاسکے۔ جب تک یہ احساس نہ پیدا ہو کہ دنیا میں عوام اور آخرت میں اللہ کے سامنے حساب دینا ہے، یہ مسائل شاید نہ حل ہوسکیں۔ اللہ کریم ہم سب کو اصلاح کی توفیق دے۔

انسانی مساوات — مگر کیسے؟

خبر آئی ہے کہ احمد آباد، گجرات (انڈیا) میں دلتوں کو (جن کو نچلی ذات کا ہندو کہتے ہیں) اچھوت قرار دے کر ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے۔ جس کے نتیجے میں 145 خاندان بے گھر ہوگئے ہیں۔ یہ اس ملک کا قصہ ہے جسے سب سے بڑی جمہوریت ہونے کا دعویٰ ہے۔

کامل انسانی مساوات کا درس تو نبی اکرم ﷺ نے دیا اور اسلام کی نورانی تعلیمات پر عمل ہی انسانوں کے درمیان، نسل رنگ کے امتیازات کے خاتمے کا ضامن ہے۔ دنیا کو عدل وانصاف اور انسانوں سے محبت سکھلانے والے نبی کریم ﷺ کی امت اپنے اصل کام سے غافل ہے۔ اس لیے دنیا میں مختلف بنیادوں پر ظلم بڑھ رہا ہے۔ ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے ظلم سے روکنا اور بوقت ضرورت اس کا ہاتھ توڑنا، نہی عن المنکر بالید کے لیے قوت کی فراہمی کے ذریعے ممکن ہے، جس کا تقاضا نظام خلافت کا قیام ہے۔ اس مبارک نظام کے تحت ہی ظالموں کو روکا جاسکتا ہے جیسے خیر القرون میں روکا گیا۔

جان لیجئے، غلط نظام تعلیم، وحی کے نور سے محرومی ہی اس طرح کے واقعات کو جنم دیتی ہے۔ مسلمان اس بات کے مکلف تھے کہ ان تک اللہ کا دین پہنچاتے، یعنی وہ مبارک تعلیمات جو نبی اکرم ﷺ کے ذریعے سے انسانوں کو ملیں کہ سارے انسان آدمؑ کی اولاد ہیں، اور رنگ ونسل کی بنیاد پر کوئی اونچا نہیں۔ لیکن ہم غافل رہے، جس کے نتیجے میں یہ ظلم ہورہا ہے اور نہ جانے کب تک ہوتا رہے گا۔ ہم نظام خلافت قائم کریں تو عملاً ہر ایک کو اس کا جائز حق دے کر ساری دنیا کو دکھا سکتے ہیں کہ اسلام ہی سب انسانوں کے حقوق کا محافظ اور ضامن ہے۔ اللہ کریم ہر مسلمان کو قیام نظام خلافت کی مبارک جدوجہد میں شامل ہونے کی توفیق دے، آمین

اصل بات یہ ہے!

عبدالقادر حسن

زیر نظر کالم اگرچہ رواں ہفتہ کا نہیں، بلکہ 4 جولائی کا ہے، تاہم اس میں پیش کردہ خیالات کی اہمیت کے پیش نظر اسے ''کالم آف دی ویک'' کے طور پر شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

ہم مسلمان اپنی کمزوری اور بزدلی کو چھپانے یا غیروں سے وابستہ اپنی حرص و ہوس کی تسکین کے لیے اصل حقائق کو جانتے ہوئے بھی چھپاتے ہیں اور اپنے آپ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ بات صاف ہے کہ دہشت گردی کے خلاف امریکہ کی جنگ کا عملی آغاز افغانستان سے ہوا جو عراق تک پہنچا اور اب افغانستان کے ساتھ پاکستان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے چکا ہے۔ اس دوران امریکہ کی پالیسی کو سمجھنے والے اس کی نیت سے باخبر تھے اور اس کے چھپے ہوئے عزائم سے آگاہ تھے۔ انہوں نے امریکہ کے خلاف خفیہ کارروائیاں شروع کیں جنہیں امریکی دنیا نے تخریب کاری اور دہشت گردی قرار دیا۔ جان کی بازی لگانے والوں کو تخریب کار کہا گیا لیکن کس نے سوچا کہ اس کی اصل وجہ امریکہ ہے، اس طاقتور ملک کی مسلم کش پالیسیاں ہیں، ان کا جواب چھپ کر ہی دیا جاسکتا ہے۔ بہرکیف افغانستان اور پھر پاکستان میں جب یہ سلسلہ شروع ہوا تو پاکستان کے دشمنوں کو بھی ایک موقع مل گیا یعنی بھارت کو بھی۔ امریکہ بھارت کی کھلی سرپرستی کر رہا تھا۔ بزدل بھارت کے لیے امریکہ کی یہ سرپرستی بہت بڑا سہارا تھی۔ چنانچہ اس کی خفیہ ایجنسی نے افغانستان کے راستے پاکستان میں دہشت گردی شروع کردی۔ پاکستان کی حکومت اس دہشت گردی کے پیچھے امریکا کا ہاتھ دیکھ کر ڈر گئی اور اس کی صرف زبانی کلامی مذمت ہوتی رہی لیکن سب کچھ جانتے ہوئے بھارت سے احتجاج تو کجا اس کی تخریب کاری کو تسلیم ہی نہ کیا گیا۔ ہمارے وزراء ہمیشہ یہ کہتے رہے کہ جب پکا ثبوت نہ ملے وہ کسی پر الزام کیسے لگا سکتے ہیں۔

صورت حال یوں ہوگئی کہ ہم نے اپنے خرچ پر امریکہ کی جنگ لڑنی شروع کردی اور صرف نقد خرچ ہی نہیں نقد جاں بھی پیش کرتے رہے۔ ہمارے فوجی اس امریکی جنگ میں شہید ہوتے رہے اور ہماری معاشیات تباہ ہوگئیں۔ ہمیں اپنے ملک کے اندر ایک باقاعدہ جنگ کا سامنا ہے لیکن امریکہ اس پر بھی راضی نہ ہوا اور اس نے بڑی رعونت کے ساتھ بار بار کہنا شروع کردیا کہ 'اور زیادہ اور زیادہ'۔ بعض امریکی تو یہ بھی کہتے رہے کہ مال دے رہے ہیں کوئی مفت کام نہیں لے رہے لیکن یہ مال وہ فوجی جرنیل لے گیا جس نے امریکہ سے ''ہاں'' کہہ کر اس سے معاہدہ کرلیا تھا۔ پاکستان بنانے والے قائدین اور برصغیر کے کروڑوں مسلمانوں کے خواب و خیال میں بھی نہیں تھا کہ وہ عالم اسلام کے لیے جس مثالی ملک کی بنیاد رکھ رہے ہیں اسے اسلام کے دشمنوں کے ہاتھوں یوں کوڑیوں کے مول بیچ دیا جائے گا۔ مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ میں اس سے بڑا سانحہ نہیں ہوا۔ اس پوری تاریخ میں نہ تو کوئی پاکستان جیسا نیا ملک بنا اور نہ ہی اس ملک پاکستان کی فروخت کا ایسا سانحہ پیش آیا۔ تو خواتین و حضرات صورت حال بالکل واضح ہے اور یہ جو دہشت گردی ہو رہی ہے اس کی جڑیں امریکہ کی مسلمان دنیا کے خلاف فوجی یلغار میں ہیں اور پھر بھارت جیسے پاکستان دشمن کی اس میں دامے درمے شمولیت ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ وزیراعظم پاکستان نے قوم کے نام اپنی تقریر اور انٹرویو میں جو کچھ کہا ہے اس کا پس منظر کیا ہے اور کیسے انہیں ایسی بات کہنے کی جرأت ہوئی ہے کہ ہم اب تنہا یہ جنگ نہیں لڑ سکیں گے، یہ ڈرامہ اب نہیں چلے گا۔ وزیراعظم نے کہا کہ ہمیں تنہا اس جنگ میں دھکیل دیا گیا ہے لیکن جب ہماری مالی امداد کا موقع آیا تو ہماری کوئی مدد نہ کی گئی۔ اب ایسا نہیں ہوگا اور دہشت گردی کے خلاف جنگ ہم تنہا نہیں لڑیں گے۔ پوری دنیا کو لڑنی ہوگی۔

میں وزیراعظم پاکستان کی اس جذباتی یا کسی مجبوری کے تحت تقریر کو تسلیم نہیں کرتا ؎

نہ دل بدلا، نہ دل کی آرزو بدلی، نہ وہ بدلے
میں کیسے اعتبارِ انقلابِ آسماں کرلوں

دنیا کے اس اسلامی خطے میں امریکہ کا جاری ایجنڈا بڑا واضح اور وہی ہے، جو تھا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ ایک تو وہ مسلمانوں پر ہمیشہ کے لیے اپنی دھاک بٹھانا اور انہیں اپنا غلام بنانا چاہتا ہے جس میں وہ سرکاری سطح پر کامیاب ہے۔ دوسرے وہ اپنی اس مہم میں پاکستان کا ایٹم بم چرانا چاہتا ہے۔ امریکہ کو کسی مسلمان ملک کے پاس اتنی بڑی طاقت قابل قبول نہیں ہے۔ پاکستان کے ایٹمی دھماکے کے فوراً بعد ایک امریکی نائب وزیر خارجہ کا یہ مختصر سا بیان مجھے کبھی نہیں بھولے گا کہ امریکہ پاکستان کا بم برداشت نہیں کرسکتا۔ یہ بات بالکل درست تھی۔ بم اور میزائل سسٹم ہمارے پاس موجود ہے اور فنی لحاظ سے اعلیٰ ترین ہے لیکن امریکہ ہو یا کوئی اور ملک یہ اس کے ہاتھ نہیں آسکتا، اس کے لیے چند غدار میر جعفر و صادق تلاش اور تیار کرنے پڑیں گے۔ اگر اس کے بغیر یہ ممکن ہوتا تو امریکہ کو یہ مال کب کا مل چکا ہوتا۔

پاکستان کے اندر خودکش دھماکے امریکہ کی مسلم کش پالیسی کے ردعمل میں شروع ہوئے۔ پھر ''را'' نے اسے اپنے پاکستان دشمن ایجنڈے کا حصہ بنا لیا اور یہ سلسلہ اب اس قدر بڑھ چکا ہے کہ حکومتی مشینری اس پر قابو نہیں پاسکتی۔ امریکہ کو مجبور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ پاکستان میں کچھ بھی ہوتا رہے امریکہ کو اس سے کیا تکلیف ہے لیکن جب تک ہماری حکومتیں اس امریکی عالمی پالیسی کی حمایت کرتی رہیں گی تب تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ اس وقت تو ہم امریکہ سے زیادہ امریکی ہیں اور اس کا ہم کھلم کھلا اظہار کرتے ہیں بلکہ فخر بھی کرتے ہیں۔ لیکن جب تک ہم اپنی امریکی پالیسی نہیں بدلیں گے ہم بدامنی، دہشت گردی، تخریب کاری یا اسے کچھ بھی کہیں اس سے نجات نہیں پاسکتے۔ وزیراعظم نے جو کچھ کہا ہے وہ امریکی پالیسی کا نہیں اس جنگ میں معاوضے کی کمی کا شکوہ ہے اور یہ موقع ہماری اپنی حماقت کی وجہ سے آیا ہے۔ جب یہ جنگ شروع ہوئی تو بہت کہا کہ یہ ہماری نہیں امریکہ کی جنگ ہے لیکن امریکی وفاداروں نے لاتعلقی اختیار کرنے کی بجائے اسے اپنے گلے میں ڈال لیا، اب ہم اس کے خرچے کے لیے رو رہے ہیں۔ قوم ہم سے جنگ کے اس مہنگے ترین عمل کے بارے میں پوچھ رہی ہے کہ ہمیں تباہی کے سوا کیا ملا۔

(بشکریہ روزنامہ ''ایکسپریس'')

ڈاکٹر اسرار احمدؒ سے آخری ملاقات

مظفر اقبال

"میں تو ایک داعی ہوں جو ساٹھ سال سے زیادہ عرصے سے لوگوں کو اللہ کی کتاب کی طرف بلا رہا ہے۔" انہوں نے یہ بات ایسے مضبوط کھنکتے لہجے میں کہی جس میں گرم جوشی، نرماہٹ اور اعلیٰ درجے کا عجز وانکسار تھا۔ ان کی آنکھیں جو اندرونی مسرت سے چمک رہی تھیں، فرطِ جذبات سے بھر آئی تھیں اور ماڈل ٹاؤن لاہور میں، جہاں میں قرآن حکیم کے انسائیکلو پیڈیا کے منصوبے، Integrated Encyclopedia of the Quran (IEQ) کے سلسلے میں ان سے ملنے گیا تھا، وہ چھوٹے سے دفتر میں اپنی چوبی کرسی پر بھرپور یقین و اعتماد کے ساتھ تن کر بیٹھے تھے۔

جب میں نے اُن کے سامنے سات جلدوں میں قرآن کے انسائیکلو پیڈیا کے منصوبے کا خاکہ بیان کیا تو اُنہوں نے کہا: "یہ تو کتاب الٰہی کے متعلق عظیم ترین منصوبہ ہے جو حالیہ صدیوں میں مسلمانوں کی طرف سے انجام دیا جانے والا بے مثال کارنامہ ہوگا، یہ حقیقتاً ایک عظیم منصوبہ ہے۔ لیکن آپ کو سکالرز اور روپیہ درکار ہے۔ میں کوئی سکالر نہیں اور ہماری جماعت فقراء کی جماعت ہے۔" یہ الفاظ کہتے ہوئے ان کے چہرے کی مسکراہٹ اس قدر حقیقی اور اطمینان بخش تھی کہ ان کے آخری جملے کے پہلے حصے پر کمرے میں موجود ایک صاحب کا زیرِ لب احتجاج دب کر رہ گیا، لیکن ڈاکٹر اسرار احمد نے اپنے مداح کی بے چینی بھانپ لی۔ ان کا مداح یہ سمجھنے سے قاصر تھا کہ اتنا بڑا اسکالر کیونکر کہہ سکتا ہے کہ "میں کوئی سکالر نہیں ہوں۔" انہوں نے وضاحت کی: "میرا مطلب یہ ہے کہ اس کام کے لیے اعلیٰ ترین درجے کا علم وفضل درکار ہے، یعنی ایسا سکالر جو بنیادی مراجع سے علمی لگن کے ساتھ معلومات اخذ کر سکے، ایسا شخص جو گھنٹوں مسلسل اپنے ڈیسک پر بیٹھ سکے۔ میں تو ایک مبلغ ہوں۔ علمی فضل و شرف میں مجھے کوئی امتیاز حاصل نہیں۔ میں لوگوں کے دلوں کو صیقل کرنے اور انہیں کتاب ہدایت کے ساتھ جوڑنے کی جدوجہد کر رہا ہوں۔"

یہ فروری 2010ء کے ابتدائی دن تھے۔ میں IEQ پراجیکٹ کے سلسلے میں پاکستان میں تھا۔ چند ہفتے پہلے مجھے ڈاک میں ایک چھوٹا سا پیکٹ موصول ہوا جس میں "ندائے خلافت" کے چند شمارے تھے جو کہ "تنظیم اسلامی" کا ہفتہ وار رسالہ ہے۔ اس تنظیم کی بنیاد انہوں نے 1975ء میں رکھی تھی۔ قبل ازیں وہ حکمت عملی میں اختلاف کی بنا پر جماعت اسلامی چھوڑ چکے تھے۔ یہ "دی نیوز" میں Behind Our Stagnant Politics (20 نومبر 2009ء) کے زیرِ عنوان شائع شدہ میرے ایک کالم کے جواب میں تھا جس میں میں نے اس لمحے کا تعین کیا تھا جب پاکستان اس واحد راستے سے ہٹ گیا تھا جو اسے ایک اسلامی مملکت کے ظہور تک لے جاسکتا تھا۔ یہ پاکستان کے جامد سیاسی منظرنامے کا ایک تجزیہ تھا جس میں میں نے ان کی تنظیم اسلامی کو نظرانداز کر دیا تھا۔ اس روز بعد میں مجھے پتہ چلا کہ انہوں نے وہ کالم پڑھنے کے بعد اپنے بھائی ڈاکٹر ابصار احمد کے ذریعے مجھے ایک ای میل پیغام بھیجا تھا، وہ پیغام مجھے کبھی موصول نہیں ہوا۔

ڈاکٹر اسرار احمد 1932ء میں حصار (ہریانہ، بھارت) میں پیدا ہوئے اور 14 اپریل 2010ء کو اپنے گھر ماڈل ٹاؤن میں صبح تین ساڑھے تین بجے کے درمیان انتقال کر گئے۔ یہ ایک دور کا غیر معمولی اور آنافانا اختتام ہے، ایک ایسا دور جس میں انہوں نے زندگی کے شب و روز مسلسل، مخلصانہ اور سخت جدوجہد میں گزار دیئے۔ انہوں نے یہ راستہ شعوری طور پر کامل فہم اور ایک بہت ارفع ہدف کی لگن کے ساتھ اختیار کیا تھا، اپنی زندگی کے لیے اور معاشرے کی اجتماعی زندگی کے لیے وہ پاکستانی قوم سے دل وجاں کی گہرائی کے ساتھ وابستہ تھے۔

ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی موت کئی پہلوؤں سے ایک دور کے اختتام کی علامت ہے۔ وہ ایسے سکالرز کے ایک چھوٹے گروہ کے آخری رکن تھے جنہوں نے مولانا مودودی کے ساتھ مل کر پاکستان میں ایک اسلامی ریاست قائم کرنے کے لیے سیاسی جدوجہد کی تھی۔ جب مولانا مودودیؒ نے اپنی واضح طور پر بیان کردہ راہِ عمل کی بجائے انتخابی سیاست میں شامل ہونے کا فیصلہ کیا تو وہ اُن چند لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے اُن کی اس پُرفریب رجعت قہقری (یوٹرن) کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ ان چند لوگوں میں شامل تھے جو اصل نبوی ماڈل (اسوۂ حسنہ) سے منحرف نہیں ہوئے اور عمر بھر اخلاص کے ساتھ اس طویل راستے پر گامزن رہے۔ جب انہوں نے تنظیم اسلامی قائم کی تو وہ اس بات سے پوری طرح آگاہ تھے کہ ایک ایسے معاشرے کے قیام کے لیے جو قرآن اور سنت کی بنیاد پر استوار ہو، کوئی شارٹ کٹ نہیں۔ لہٰذا وہ تمام عمر ذاتی زندگی میں سخت نظم وضبط اور اسوۂ حسنہ پر عمل کے ذریعے انفرادی تبدیلی کی ضرورت پر زور دیتے رہے۔

وہ ایک پُرجوش مقرر تھے۔ جب وہ بولتے تھے تو ان کے سامعین پر ان کے افکار کی صفائی اور فہم کی گہرائی فوری طور پر آشکار ہو جاتی تھی۔ انہیں اپنی جدوجہد سے مادی فوائد حاصل کرنے کے مواقع بھی میسر آئے ہوں گے لیکن انہوں نے زندگی کے آخری لمحے تک اس اعلیٰ مقصد سے روگردانی نہیں کی جو اس دنیا کے مادی فوائد کو یکسر خارج از بحث قرار دیتا ہے۔ اس اعلیٰ اخلاقی معیار اور ایک ارفع مقصد سے وابستگی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ وہ اپنے پسماندگان کے لیے کیا دنیاوی اموال چھوڑ گئے ہیں۔

بہت لوگ ان سے محبت کرتے تھے اور بہت لوگ ان کا ماتم کریں گے لیکن فروری کی اس سہ پہر جب میں ان کے دفتر میں ان سے ملا تو مجھے یہ احساس ہو گیا تھا کہ میں ایک ایسے شخص سے ملاقات کر رہا ہوں جو اس دنیا میں زندگی کی آخری دہلیز پار کر چکا ہے اور اب وہ اپنے رب سے جاملنے کو تیار ہے اور اس کا منتظر ہے۔

اللہ تعالیٰ ان پر اپنے رحم وکرم کی بارش کرے، وہ ابدی سلامتی سے بہرہ ور ہوں اور ان کا شمار ان لوگوں میں ہو جن کے بارے میں قیامت کے دن کہا جائے گا:

"اے نفس مطمئنہ! اپنے رب کے پاس لوٹ جا۔ تو اُس سے راضی ہوا اور وہ تجھ سے راضی ہو۔ تو میرے نیک بندوں میں شامل ہو کر میری جنت میں داخل ہوجا۔" (الفجر: 27 تا 30)

(بشکریہ 'ضیائے آفاق')

پہلی بیعت

ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ

یہ واقعہ 1974ء کے موسم حج کے دوران پیش آیا۔ ہمارا گروپ ان پانچ افراد پر مشتمل تھا: محترم ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور، ان کی اہلیہ محترمہ، چچی جان، راقم اور اس کی اہلیہ۔ جناب قمر سعید قریشی ہمارے ساتھ حجاز میں شامل ہوئے۔ مدینہ منورہ میں ہمارے میزبان مولانا عبدالغفار حسن تھے۔

میدان عرفات میں قیام کے دوران محترم ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم، قمر سعید قریشی صاحب اور راقم بڑی تگ و دو کے بعد مسجد عرفات تک جا پہنچے۔ یہ مسجد اب آباد نہیں ہے اور حکومت نے اسے ایک تاریخی ورثے کے طور پر محفوظ کر رکھا ہے۔ وہاں جا کر ہمیں پتہ چلا کہ مسجد کے دروازے اندر سے بند ہیں۔ میں نے ہمت کی اور دیوار پھلانگ کر مسجد کے اندر چلا گیا۔ پھر دروازہ کھولا اور اپنے دونوں ساتھیوں کو اندر لے آیا۔

مسجد کی زیارت کے بعد ہم وہیں ایک جگہ بیٹھ گئے۔ کچھ دیر بعد محترم ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم و مغفور نے تاریخ کے اوراق کو پلٹنا شروع کیا...... یہ 621ء کے حج کے ایام ہیں۔ اہل یثرب سے بارہ افراد منیٰ کے نزدیک عقبہ کے مقام پر نبی کریم ﷺ سے ملاقات کرتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ ان سے مل کر بہت خوش ہوئے۔ تمام افراد نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں، جو تاریخ میں ''بیعت عقبہ اولیٰ'' کے نام سے موسوم ہے......

یہ تفصیلی بیان محترم ڈاکٹر صاحبؒ کے مخصوص طرزِ خطابت کا عکاس تھا۔ جذبات میں اخلاص، لہجے میں یقین، الفاظ میں سچائی جیسے اوصاف سے مزین اس گفتگو کے دوران ڈاکٹر صاحبؒ پوری طرح ماضی میں ڈوب گئے۔ ہمیں یوں محسوس ہوا جیسے وہ صرف جسمانی طور پر ہمارے درمیان ہیں جبکہ ذہناً وہ چودہ صدیاں پیچھے چلے گئے ہیں! ان کے ذہن میں ہیئت اجتماعیہ کا جو تصور تھا، اس کی تنظیمی اساس انہوں نے سمع و طاعت فی المعروف کی شخصی بیعت پر قائم کی تھی۔ چنانچہ مذکورہ بالا واقعے کا تذکرہ کرتے وقت جب وہ بیعت عقبہ اولیٰ کے مرحلے پر پہنچے تو ان کی آنکھوں میں ایک خاص قسم کی چمک دیدنی تھی۔ وہ نہایت جوش اور جذبے کے ساتھ یہ منظر کشی کر رہے تھے کہ کیسے آنحضور ﷺ تشریف فرما ہوں گے اور ان کے ارد گرد افراد بیعت سے مشرف ہوئے ہوں گے!

محترم ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم اپنی بات ختم کر چکے تو جناب قمر سعید قریشی اور ان سطور کے عاجز راقم نے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے عرض کی: ''ہم آج اور ابھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔''

تنظیم اسلامی کا قیام 1975ء میں عمل میں آیا، جس میں شمولیت کے لیے رفقاء سے بیعت لی جاتی ہے!

ضرورت رشتہ

☆ شکار پور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 35 سال، تعلیم ایم اے، (ذاتی کاروبار) کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ملحقہ علاقے سے تعلق رکھنے والی لڑکی کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ: 021-5406648، 0321-2598536

☆ لاہور میں رہائش پذیر رفیق تنظیم، عمر 24 سال، تعلیم میٹرک، دینی تعلیم کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-5551869

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، تعلیم بی ایس سی کمپیوٹر انجینیئرنگ (UET) ایم بی اے (ایچ آر) کے لیے دیندار گھرانے سے برسرِ روزگار اور تعلیم یافتہ نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0321-7511702

☆ لاہور میں رہائش پذیر شیخ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 32 سال، تعلیم ایم اے، ہومیو پیتھک ڈاکٹر، صوم و صلوٰۃ کی پابند کے لیے پڑھی لکھی فیملی سے دینی مزاج کے حامل برسرِ روزگار تعلیم یافتہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ عمر 35 سے 40 سال کے درمیان ہو۔ (بنک اور انشورنس سے وابستہ افراد رابطہ نہ کریں)

برائے رابطہ: 0321-4220771

☆ رفیق تنظیم اسلامی، عمر 58 سال، تعلیم ایم اے بی ایڈ، گورنمنٹ ٹیچر لاہور شہر اور ساہیوال کے گاؤں میں حامل جائیداد غیر منقولہ، (پہلی بیوی کو طلاق بوجہ شدید نافرمانی اور علیحدگی) کے لیے ترجیحاً صوم و صلوٰۃ اور پردہ کی پابند، تنظیمی فکر سے متفق خاتون کا رشتہ مطلوب ہے۔ خاتون کے ساتھ ایک بچہ بھی قبول ہے۔ برائے رابطہ: 0321-4360173

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 34 سال، ذاتی کاروبار کے لیے دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0345-4141973

دعائے مغفرت کی اپیل

- تنظیم اسلامی کے ملتزم رفیق جواد خان (اُسرہ غالبگیے) کے دادا وفات پاگئے
- تنظیم اسلامی واپڈا ٹاؤن لاہور کے معتمد حاجی محمود ظفر کا جواں سال بیٹا انتقال کر گیا
- حلقہ پنجاب شمالی کے ملتزم رفیق عبد السمیع خواجہ کی والدہ انتقال کر گئیں
- حلقہ پنجاب شمالی کے ملتزم رفیق جناب عبد الرؤف کے والد انتقال کر گئے
- تنظیم اسلامی پشاور شمالی کے مبتدی رفیق نسیم اللہ خان ایڈووکیٹ کی والدہ وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین و رفقاء سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم وحاسبھم حسابًا یسیرًا

حلقہ ملاکنڈ کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی پروگرام میں امیر تنظیم کی شرکت

4 جولائی 2010ء کو حلقہ ملاکنڈ کے زیر اہتمام ایک روزہ دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا، جو صبح 8:30 تا 1:00 بجے جاری رہا۔ حاضرین کی تعداد بحمد للہ 140 تھی۔ پروگرام میں امیر تنظیم اسلامی پاکستان جناب حافظ عاکف سعید صاحب نے خصوصی طور پر شرکت کی۔ ان کے علاوہ ناظم اعلیٰ جناب اظہار بختیار خلجی صاحب اور نائب ناظم اعلیٰ جناب خالد محمود عباسی صاحب بھی تشریف لائے تھے۔ اس پروگرام میں درج ذیل موضوعات پر خطبات ہوئے۔
1۔ قرآن کامل ہدایت نامہ 2۔ بندگی رب 3۔ امت مسلمہ کے زوال اور اس سے نکلنے کا طریقہ

آخر میں امیر محترم نے ملکی حالات کے حوالے سے ترغیبی انداز میں گفتگو کی، اور تنظیم کے پیغام کو جو دراصل دین کا پیغام ہے، وضاحت کے ساتھ سامعین کے سامنے رکھا۔ سامعین کی طرف سے مختلف نوعیت کے سوالات آئے جن کے جوابات امیر محترم نے بڑے مدلل انداز میں دیئے۔ اختتام پر مسنون بیعت کا اہتمام کیا گیا۔ نئے رفقاء کے ساتھ ساتھ احباب کی اچھی خاصی تعداد بھی اس بیعت میں شریک ہوئی۔ نماز ظہر اور ظہرانے کے بعد یہ دعوتی و تربیتی پروگرام اختتام پذیر ہوا۔ (مرتب: احسان الودود)

اسرہ بیبیوڑ کا مشاورتی پروگرام

تنظیم اسلامی بیبیوڑ کے دفتر میں مقامی تنظیم کے ایک مشاورتی پروگرام کا انعقاد کیا گیا۔ اگرچہ رفقاء کی حاضری تسلی بخش نہ تھی تاہم پھر بھی آٹھ رفقاء اور ایک حبیب نے شرکت کی۔ پروگرام میں دو موضوعات زیر بحث آئے۔ پہلا موضوع تھا، تنظیم اسلامی میں شمولیت کے بعد رفقاء نے کیا کھویا اور کیا پایا، جس پر مختلف رفقاء کے جوابات مختلف تھے۔ تاہم ایک چیز جو سب میں قدر مشترک تھی وہ یہ کہ تنظیم اسلامی ایک اصولی اسلامی انقلابی جماعت ہے جو مذہب کی بجائے دین کی دعوت دیتی ہے۔ دوسری تناظیم کے برعکس یہاں ذاتی اصلاح پر بھی بہت زور دیا جاتا ہے۔ دوسرا موضوع جو مذاکراتی انداز میں زیر بحث آیا وہ تھا، دعوتی کام کو کیسے آگے بڑھایا جائے۔ اس پر بھی شرکاء نے دعوت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔ مثلاً دعوت کے لیے ذاتی کردار کا ہونا ضروری ہے، دعوت کا مرکز و محور قرآن پاک ہونا چاہیے، داعی کے قول و فعل میں کسی قسم کا تضاد نہیں ہونا چاہیے۔ لیکن ایک چیز جو اس ضمن میں بار بار بیان کی گئی وہ یہ تھی کہ داعی کا مقصود صرف اور صرف رضائے الٰہی ہونا چاہیے۔

ممتاز بخت صاحب نے سورۃ المائدہ کی روشنی میں انقلابی کارکنوں کے اوصاف بیان کیے۔ اور اس طرح دو گھنٹوں پر محیط یہ نشست اختتام پذیر ہوئی۔ پروگرام کے آخر میں اس بات کا اعادہ کیا گیا کہ ایسے پروگرامات تسلسل کے ساتھ ہونے چاہئیں، تاکہ بحیثیت رفیق ہمیں اپنے فرائض کی یاددہانی ہو جائے۔ علاوہ ازیں آئندہ پروگرامات کا شیڈول بھی ترتیب دیا گیا۔ (رپورٹ: ولی اللہ)

حلقہ کراچی شمالی کی تنظیم گلستان جوہر II کے تحت دعوتی کیمپ

امیر حلقہ کراچی شمالی نے مشاورت کے بعد فیصلہ کیا کہ اس ماہ دعوتی کیمپ گلستان جوہر کے علاقہ میں لگایا جائے گا۔ گلستان جوہر II کے امیر آصف حبیب پراچہ کو ہدایت کی گئی کہ وہ اس حوالے سے ضروری انتظامات کرلیں۔ نظر انتخاب سعدی ٹاؤن جو گلستان جوہر سے تقریباً 10 کلومیٹر کے فاصلے پر ایک نئی بستی ہے، پر ٹھہری۔ اس سلسلے میں دو تین مرتبہ علاقے کا تفصیلی دورہ کیا گیا۔ وہاں ہمارے دو نئے ساتھی عبدالحمید اور فیض صاحب موجود ہیں جنہوں نے اس سلسلے میں کافی مدد کی۔ 16 مئی کو الہدیٰ لائبریری رضوان سوسائٹی میں نقباء اور ذمہ داران کی میٹنگ ہوئی۔ اس کے بعد تمام حضرات سعدی ٹاؤن روانہ ہوئے اور اس علاقے کا جائزہ لینے کے بعد مسجد عمر کے سامنے میدان میں کیمپ لگانے کا فیصلہ ہوا۔ 26 مئی کو سالکین بسیرا میں ذمہ داران کی میٹنگ میں انتظامات کو حتمی شکل دی گئی اور یہ پروگرام 30 مئی بروز اتوار کو ہونا قرار پایا۔ اس پروگرام کا ناظم ڈاکٹر رفیع رضا کو مقرر کیا گیا جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود اس کا حق ادا کیا۔ ان کی مدد کے لیے اسرہ نمبر 7 کے نقیب زبیر احمد کو نائب ناظم مقرر کیا گیا۔ اس پروگرام کے لیے 5000 ہینڈ بلز اور 20 عدد بینرز بنوائے گئے جو رفقاء نے خود ہی لگائے۔ علاوہ ازیں مساجد اور گھروں میں ہینڈ بلز تقسیم کیے گئے۔ رفقاء نے اس کام کے لیے دن رات انتھک محنت کی۔ اللہ تعالیٰ ان کی پرخلوص کوششوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (آمین)

30 مئی کو صبح صفورہ چورنگی پر استقبالیہ کیمپ لگایا گیا، جس میں شفیق کاظمی اور منصور الحق نے رہبری کے فرائض انجام دیئے۔ مجیب جیلانی ڈیکوریشن کا سامان لے کر صبح ساڑھے دس بجے اجتماع گاہ پر پہنچ گئے۔ وہاں دوسرے رفقاء بھی موجود تھے، جن کی مدد سے پنڈال بنایا گیا۔ جوہر II کے تقریباً 20 رفقاء 1 بجے سے پہلے ہی اجتماع گاہ پہنچ چکے تھے۔ شمالی حلقہ کی دیگر تناظیم کے رفقاء کو شام 4 بجے تک پہنچنے کی تاکید کی گئی تھی۔ اکثر رفقاء وقت پر پہنچ گئے۔ امیر حلقہ، معتمد و دیگر ذمہ داران بھی موجود تھے۔ رفقاء کی تعداد تقریباً 175 تھی۔ پہلے 11 رہبر مقرر کیے گئے اور علاقے میں گشت کے لیے 11 ٹیمیں تشکیل کی گئیں۔ روانگی سے قبل جمیل احمد خان نے اقامت دین کی جدوجہد میں دعوت و تبلیغ کا طریقہ کار، اس کی اہمیت و افادیت اور آداب کو قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح کیا۔ بعد ازاں رفقاء کی چائے سے تواضع کی گئی اور پھر انہیں گشت کے لیے روانہ کیا گیا۔ خطاب کا وقت بعد نماز مغرب تھا۔ عنوان تھا ''کلمہ شہادت کا مفہوم اور اس کے تقاضے''۔ نماز مغرب کے بعد جناب شجاع الدین شیخ نے متذکرہ موضوع پر بھرپور خطاب کیا، جسے سامعین نے بہت پسند کیا۔ بحمد للہ، یہ پروگرام توقع سے بھی زیادہ کامیاب رہا۔ یہ اس علاقے میں پہلا پروگرام تھا، لیکن اہل علاقہ نے اس کی خوب پذیرائی کی۔ پروگرام میں مجموعی طور پر 325 افراد نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ رفقاء کی جملہ مساعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ہمارے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ آمین (مرتب: افتخار جمیل)

قرآن اکیڈمی مروٹ میں تربیتی سہ روزہ

21 تا 23 مئی 2010ء کو قرآن اکیڈمی مروٹ میں تنظیم اسلامی فورٹ عباس اور مروٹ کے ملتزم رفقاء اور نقباء کا سہ روزہ تربیتی اجتماع ہوا۔ اس پروگرام میں رفقاء کو منتخب نصاب نمبر 2 کے مکمل اسباق پڑھائے گئے۔ سہ روزہ پروگرام میں ملتزم رفقاء اور نقباء کی شرکت لازمی قرار دی گئی تھی۔ پروگرام کا آغاز 21 مئی کو بعد نماز مغرب، اور اختتام 23 مئی کو بعد نماز ظہر ہوا۔ پروگرام میں فورٹ عباس سے 9 رفقاء نے شرکت کی۔ مروٹ کے بھی کم و بیش اتنے ہی رفقاء پروگرام میں شامل رہے، اس کے باوجود کہ یہ دعوتی پروگرام نہ تھا، اور نہ ہی مبتدی رفقاء کو اس کی دعوت دی گئی تھی۔ پروگرام کے بعد تین افراد نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔

سہ روزہ پروگرام میں طعام کے ذمہ دار جناب غلام مصطفیٰ تھے۔ انہوں نے اور اُن کے ساتھیوں حافظ امین، عثمان، مستنصر اور لیاقت علی نے اس ذمہ داری کو احسن انداز سے نبھایا۔ بعد نماز ظہر امیر حلقہ اور راقم واپس دفتر حلقہ روانہ ہوئے۔ اللہ ہماری اس سعی و جہد کو قبول فرمائے اور ہمیں دین پر استقامت نصیب فرمائے۔ آمین (مرتب: محمد رضوان عزمی)

ٹوبہ ٹیک سنگھ میں سہ روزہ تفہیم دین پروگرام

حلقہ پنجاب وسطی میں شامل ٹوبہ ٹیک سنگھ شہر میں مقامی تنظیم کے زیر اہتمام 28 تا 30 مئی سہ روزہ پروگرام منعقد ہوا۔ راقم نے مقامی رفقاء اور امیر حلقہ و نائب ناظم اعلیٰ کی مشاورت سے مذکورہ پروگرام ترتیب دیا۔ اس کی تشہیر کے لئے بینرز، پول ہینگر شہر کے مختلف مقامات پر آویزاں کئے گئے۔ علاوہ ازیں 5000 کی تعداد میں ہینڈ بل تقسیم کئے گئے۔

28 مئی بعد از نماز مغرب پروگرام کا آغاز بانی تنظیم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے فرزند ارجمند

ڈاکٹر عارف رشید کے خطاب سے ہوا۔ اُنہوں نے ''دورِ حاضر میں امت مسلمہ کی ذلت ورسوائی کا سبب؟'' کے موضوع پر نہایت مدّلل انداز میں گفتگو فرمائی۔ اپنے خطاب میں اُنہوں نے امت مسلمہ کی ذلت ورسوائی کا سبب، ایمان حقیقی کا نہ ہونا، مرض نفاق میں مبتلا ہونا اور ترک قرآن قرار دیا، اور واضح کیا کہ اگر ہم حقیقی مومن ہوتے تو ہم ہی غالب ہوتے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اپنے اندر ایمان حقیقی کی شمع روشن کی جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس کا منبع قرآن حکیم ہے۔ 29 مئی کو نماز مغرب کے بعد ڈاکٹر عبدالسمیع (صدر انجمن خدام القرآن فیصل آباد) نے ''پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف'' کے موضوع پر اپنے خطاب میں کہا کہ ہماری ذلت ورسوائی کا سبب یہ ہے کہ ہم صراط مستقیم سے ہٹ گئے ہیں اور قرآن سے دور ہو گئے ہیں۔ اس ذلت سے چھٹکارا کا راستہ توبہ ہے۔ توبہ کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ترک کر کے انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اس کی کلی اطاعت اختیار کی جائے، قرآن سے مضبوط تعلق قائم کیا جائے۔ اُنہوں نے واضح کیا کہ اسی قرآن کی بدولت قوموں نے عروج حاصل کیا اور اسی کو ترک کرنے پر قومیں زوال سے دوچار ہوئیں۔ ہم بھی قرآن حکیم کا دامن تھام کر ہی دنیا وآخرت میں سرخرو ہو سکتے ہیں۔ 30 مئی کو امیر حلقہ پنجاب وسطی مختار فاروقی نے ''بحیثیت امتی ہماری ذمہ داریاں'' کے موضوع پر اختتامی خطاب فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ ہماری پہلی ذمہ داری اللہ کی جناب میں سچی توبہ یعنی رجوع الی اللہ ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنی ذاتی زندگی میں اسلامی تعلیمات کو اپنائیں، اللہ کی کلی اطاعت کریں، اپنے گھروں میں شریعت نافذ کریں اور اپنے ذرائع آمدنی کو حرام سے پاک کریں۔ دوسری ذمہ داری یہ ہے کہ دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دیں۔ انہیں نیکی کی تلقین کریں اور برائیوں سے منع کریں۔ تیسری ذمہ داری اقامت دین کی جدوجہد ہے۔ ظاہر ہے، یہ کام بغیر جماعت کے ممکن نہیں۔ لہٰذا آپ حضرات اپنی اس ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے کسی دینی جماعت میں شمولیت اختیار کریں۔ اُنہوں نے تنظیم اسلامی کا مختصر تعارف کرایا، اور شرکاء سے اپیل کی کہ اگر آپ کو اس کی دعوت اور لائحۂ عمل سے اتفاق ہو، تو ہمارے دست وبازو بنیں۔ اِس سہ روزہ پروگرام میں روزانہ اوسطاً 250 افراد نے شرکت کی۔ پروگرام کے اختتام پر شرکاء میں تنظیم کا لٹریچر تحفتاً تقسیم کیا گیا۔ اس موقع پر الھدیٰ لائبریری کی طرف سے تنظیم کی کتب اور سی ڈیز کا سٹال بھی لگایا گیا، جس سے شرکاء نے استفادہ کیا۔ پروگرام کے انعقاد میں رفقاء واحباب نے بھرپور تعاون کیا، بالخصوص رفیق تنظیم رانا اسد الرحمٰن مون نے خصوصی معاونت کی۔ پروگرام کے انعقاد کے لیے جگہ بھی انہوں نے فراہم کی۔ اللہ رفقاء واحباب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہماری حقیر سی کاوش کو ہمارے لیے توشۂ آخرت بنادے۔ (آمین) (مرتب: غلام نبی)

امیر حلقہ مالاکنڈ کا دعوتی دورہ

8 جون 2010ء کو امیر حلقہ گل رحمٰن نے اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ ضلع دیر کی تحصیل جندول کے گاؤں معیار کا تفصیلی دورہ کیا۔ یہ علاقہ افغانستان کی سرحد کے ساتھ ملتا ہے اور دینی جذبے کے حوالے سے یہ بہت زرخیز ہے۔ امیر حلقہ نے دورہ کے دوران مختلف افراد سے ملاقاتیں کیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1۔ علامہ اقبال پبلک ہائی سکول کے پرنسپل فضل ربی کے ساتھ اُن کے دفتر میں ملاقات ہوئی، جس میں اُن سے درخواست کی گئی کہ طلبہ کی توجہ قرآن مجید کی طرف مبذول کرانے اور دینی علوم کی طرف دلچسپی بڑھانے کی غرض سے اُن کی رہنمائی کا بندوبست کریں، پرنسپل صاحب نے تعاون کا یقین دلایا اور اس حوالے سے پہلے سے کیے گئے اقدامات پر روشنی ڈالی۔

2۔ دوسری ملاقات گورنمنٹ ہائر سیکنڈری سکول کے پرنسپل شہزادہ صاحب سے ہوئی اُن سے سینئر طلبہ سے ''قرآن مجید کے حقوق'' پر بیان کرنے کی درخواست کی گئی۔ موصوف نے اس پر رضامندی کا اظہار کیا مگر طلبہ کے ٹیسٹ کی وجہ سے یہ بیان نہ ہو سکا، اُن کو کچھ لٹریچر دیا۔

3۔ آکسفورڈ پبلک ہائی سکول میں جماعت دہم کے طلبہ سے ''قرآن مجید کے حقوق'' پر لیکچر ہوا، جسے انہوں نے بہت پسند کیا۔ طلبہ کو بعدازاں ''قرآن مجید کے حقوق'' کے کتابچے بھی دیئے گئے۔ پرنسپل صاحب نے یہ تقاضا کیا کہ ہر جمعہ کو یہاں آ کر طلبہ کو اِس حوالے سے لیکچر دیں۔

4۔ ڈاکٹر داؤد شاہ صاحب سے اُن کے پرائیویٹ کلینک میں مختصر ملاقات میں بانی محترم کے کتابوں کا ایک سیٹ اس درخواست کے ساتھ پیش کیا کہ اس کے مطالعہ کے لیے وقت نکالیں۔ اُنہوں نے کہا کہ یہ لٹریچر میرے باعث سعادت ہے۔ میں تو پہلے ہی سے ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کو Peace TV پر سنتا ہوں۔

5۔ ڈاکٹر روز مین خان صاحب سے اُن کے پرائیویٹ کلینک میں ملاقات ہوئی۔ انہیں بھی کتابوں کا سیٹ دیا گیا۔

ان ملاقاتوں میں ہر جگہ ہر گرم جوشی کا اظہار کیا گیا۔ اس سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم دعوتی مشن تیز تر کریں۔ (مرتب: احسان الودود)

نامے میرے نام

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے نام صوابی سے بزرگ رفیق تنظیم حضرت گل استاد کا تعزیتی مکتوب

محترم حافظ عاکف سعید صاحب
امیر تنظیم اسلامی پاکستان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی وفات کا سن کر دل کو سخت صدمہ پہنچا ہے۔ آپ اور آپ کے اہل خانہ کے سر سے ڈاکٹر صاحب کا سایہ اُٹھ جانا ایسا صدمہ ہے، جسے بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اُن کی رحلت سے جب اُن کے لاکھوں عقیدت مندوں کے دل مجروح ہوئے ہیں، تو آپ کی کیا کیفیت ہوگی، اس کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی دینی خدمات کو قبول فرمائے، اُن کی سیئات سے درگزر فرمائے، اُن کی حسنات کو بلندی درجات کا ذریعہ بنائے اور آپ کو یہ صدمہ جھیلنے کی توفیق دے۔ آمین! میں نے ڈاکٹر صاحب کی وفات کے بعد 17 اپریل کو صدر انجمن خدام القرآن پشاور ڈاکٹر محمد اقبال صافی کو فون کیا تھا کہ اس جانکاہ سانحہ پر میری طرف سے تنظیم کے امراء، نقباء، رفقاء خصوصاً امیر تنظیم اور ڈاکٹر صاحب کے دیگر لواحقین کو دلی تعزیت پہنچادیں۔ اب آپ سے تعزیت کرتے ہوئے میں ندائے خلافت کے ذریعے تمام رفقاء و ذمہ داران تنظیم سے بھی تعزیت کرتا ہوں، اور اُن سے اپیل کرتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب کی مغفرت اور بلندی درجات کے لیے دعا کریں، اللہ اُنہیں جنت الفردوس میں جگہ دے اور ہمیں اُن کے مشن کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت گل استاد
پنج پیر، صوابی

will be tantamount to the dismemberment of the dreams of the founder fathers of Pakistan. It goes without saying that the hierarchy in Islamabad has been planning to ruin the judiciary for getting their ulterior ends. They want to see the edifice of the judiciary crumble down which has proved to be a big hindrance in the way of the corruption and national looting.

A question can be asked from the so-called elected members and the ruling clique whether they had apprised their voters, during the election campaigns, that they would go for making basic changes of this sort in the constitution, which would be detrimental to the existence of a just judicial system? Or have they anything of the kind in the manifestos of their parties on the basis of which they want to affect such changes that will render the judiciary a club of their own, where they will be able to bring their blue eyed and Jiyalas at their own free choice.

Kindly have mercy on this unfortunate, troubled and exploited nation. We earnestly request the hierarchy not to play foul with the only institution left as a hope of the common man. Judiciary is the only place where the misery-stricken citizenry can revert for the healing of their wounds and amelioration of their horrors. We wish like Akram Shiekh and other patriotic citizens that Pakistan should have a free and independent judicial system, wherefrom justice can be achieved without the interference of the self-seeking politicians. We wish and pray to Allah to have a judiciary that can give the weak such strength, whereby they can seize the stronger by the collar. We wish to have a judiciary that can bring back the looted national wealth and bring the culprits to accountability forums. We should hope that the nation will triumph and the exploiters will face their fateful end. The current rulers are very vocal of democracy and it is agreed by all that democracy cannot survive in the absence of a free, independent and fearless judiciary. Therefore, all the country loving parliamentarians have the obligation not to seek their own hegemonic desires but search for ways and means that can strengthen the rule of law and democracy. It should be the criterion of their love for the democratic norms and for the homeland.

بیابہ مجلس اسرار

اجتماعی خلافت

جب تک انسان کا سیاسی شعور گویا عہد طفولیت میں تھا اور انسان صرف بادشاہت یا شخصی حکومت ہی سے واقف تھا، خلافت اور امامت بھی شخصی ہی ہوتی تھی۔ چنانچہ حضرت داوٗد علیہ السلام سے کہا گیا؟ ''ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا ہے، پس لوگوں کے مابین حق وانصاف کے مطابق حکومت کرو!'' (سورۂ ص:26) اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا: ''میں تمہیں لوگوں کا امام بنانے والا ہوں!'' (سورۂ بقرہ:124) لیکن جب نوع انسانی کا سیاسی شعور بلوغ کو پہنچ گیا تو اللہ تعالیٰ نے خلافت اور امامت کو بھی عوامی اور اجتماعی اداروں کی شکل دے دی۔ چنانچہ ایک جانب امامت الناس کی ذمہ داری مجموعی اعتبار سے امت مسلمہ کے حوالے کر دی گئی جسے امت وسط اور خیر امت کا خطاب دیا گیا اور دوسری طرف خلافت بھی عامۃ المسلمین کا حق قرار پائی جو اپنے میں سے کسی کو منتخب کر کے اسے خلافت کے منصب پر فائز کر سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی حیات دنیوی کے آخری موقع پر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے مطلع کیا کہ کچھ لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ جیسے ہی حضرت عمرؓ کی آنکھ بند ہوئی ہم فوری طور پر فلاں شخص کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لیں گے تو اس پر حضرت عمرؓ اتنے مضطرب ہوئے کہ فوری طور پر اجتماع عام منعقد کر کے عامۃ المسلمین کو ان لوگوں کے عزائم سے خبردار کرنے کا ارادہ فرمایا: ''جو لوگوں کا حق غصب کرنا چاہتے ہیں۔'' تاہم حضرت عبدالرحمٰنؓ کے مشورے پر آپؓ نے یہ ارادہ مدینہ منورہ واپسی تک کے لیے ملتوی کر دیا۔ چنانچہ مدینہ واپس پہنچنے پر آپؓ نے ایک عام اجتماع میں مفصل خطاب فرمایا، جس میں مسند احمد بن حنبلؒ کی روایت کی رو سے تو یہ الفاظ شامل تھے کہ ''جس شخص نے کسی امیر کی بیعت مسلمانوں کے مشورے کے بغیر کر لی اس کی کوئی بیعت نہیں۔'' اور صحیح بخاری کی روایت کے مطابق الفاظ یہ ہیں: ''جس کسی نے مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر کسی امیر کی بیعت کی تو نہ اس کی بیعت کی جائے گی نہ اس کی جس کی اس نے بیعت کی!''

Mohammad Faheem

A Recipe to Kill the Judiciary

The sufferings of the common man are so grave that the future seems quite bleak. Everyone is facing the consequences of the follies committed at the national level at the hands of the ruling class both present and the previous ones. High prices of daily commodities, lack of peace and security, absence of merit, bribery, looting at the hands of those in power, and so many other menaces have aggravated life to a miserable extent. The rulers have no guts to adopt an independent foreign policy and free the nation from the subservience of the foreign powers. The problems of ethnicity, linguistic issues, provincialism and conspiracies against the coherence and ideology of the country are rampant. The only hope the nation could have was a free and independent judiciary that had been in place after a toiling struggle of the legal fraternity, the civil society and the intellectuals of the country. Now, it seems that the rulers in Islamabad cannot see a judiciary that is capable of keeping a vigilant watch on the malpractices and misdoings of those at the helm of affairs. They have been trying to block every legal process which may force the looters to bring back the looted wealth of the nation. The so-called privilege class of the nation, which has been ruling this country as a class since its inception, which has always been reluctant to put even the looted wealth in the country's banks. Instead they want to have their deposits outside the country. We have been made slaves to the World Bank and the IMF and our national income is being spent on the servicing of the debts and the interest thereof. The nation has been subjected to the worst subservience of the United States and our rulers are dancing to every tune of their masters in the White House.

They have now come down to inflict a blow on the judiciary with the promulgation of the article 175-A under the 18th amendment, which will prove a recipe for killing the judicial system which has been resuscitated after great sacrifices. It seems that both the treasury and the opposition benches, with few exceptions, are hell bent upon doing away with the fundamentals of the constitution that have been its backbone and a trust of the founder fathers of the nation.

The fatal consequences of the said article have been arguably elucidated by the learned and renowned lawyer Akram sheikh in the Supreme Court of Pakistan. He has pleaded against the underlying intent and purposes of the proposed article with article 177 and article 193 that will render the judiciary just a tool in the hands of the executive and the legislature. The nation is well aware of the credibility and the honesty of the so-called democratically elected members as seen in the light of the current fake degrees imbroglio and other misdoings. We know that the constituent assembly had laid down the guiding principles and the basics of the constitution before giving it the final shape. These basic fundamentals and the guiding principles were fully embodied in the Objective Resolution which was presented by the then PM. Shaheed-E-Millat Khan Liyaqat Ali Khan in the constituent assembly on March7, 1949. After deliberate discussion it was unanimously passed on March 12, 1949. This Objective Resolution has been the integral part of all the constitutions of 1956, 1962, the interim constitution of 1972 and the historical constitution of 1973. No one dared, despite the whole mess of the country's history, to interfere with the guiding principles of the law of the country injuring the spirit of the constitution. This is particularly true in the case of the appointment of the higher Judiciary, wherein not a single point has been changed so far even during the worst dictatorial regimes.

The learned advocate has raised very serious questions before the apex court challenging the validity of Article 175-A, and articles 177 and 193 with undeniable arguments that such amendment

MULTICAL-1000

Calcium + Vitamin C & B12 + Folic Acid Sachet

BOOST CALCIUM

BEFORE, DURING & AFTER PREGNANCY

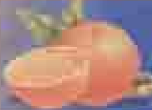

TASTY and TANGY

MULTICAL-1000

2 IN 1

CALCIUM

The growing fetus needs calcium for developing strong bones & teeth.

FOLIC ACID

Essential during pregnancy to prevent Neural Tubular Defect (NTD) in the developing fetus.

Calcium Supplement Guidelines

Recommended Calcium Intakes	milligrams per day
Pregnancy	
Less than or equal to 18 years	1,300 mg
19 through 50 years	1,000 mg
Lactation	
Less than or equal to 18 years	1,300 mg
19 through 50 years	1,000 mg

[illegible]

Vitamin B12

- Promotes growth in children
- Needed for Calcium absorption

Composition:

Each sachet contains:

- Calcium lactate gluconate.........1000 mg
- Calcium carbonate.........327 mg
- Vitamin C.........500 mg
- Folic Acid.........1 mg
- Vitamin B12.........250 µg

Sweetened WITH ASPARTAME

NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
www.nabiqasim.com

PHARMA

Your Health our Devotion